

ماہنامہ لاہور
نعمت

مولانا خیر الدین
اور ان کی
نعمت کوئی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باقاعدہ اشاعت کا 18 واں سال
راجا خیر الدین اقبال کی یاد میں جاری جریہ

کلمہ ہمنامہ احقر

شمارہ 2

فروری 2005

جلد 18

ڈاکٹر مسید ریاض الحسن گیلانی
سابق ڈپٹی ایڈیٹر نوائے پاکستان

مولانا خیر الدین اقبال کی گوی

پیشہ
راجا شہید محمود
مد
ایوان نعت
رہنما

ایڈیٹر: راجا شہید محمود

فنی ایڈیٹر: شہناز کوثر - اظہر محمود

مینجر: راجا اختر محمود

پرنٹر: حامی محمد نعیم کھوکھر، جیم پرنٹرز لاہور

کپورنگ ایڈریٹنگ: مڈل ایگ ایڈریٹنگ فون: 7230001

ہائڈر: خلیفہ عبدالحمید بک ہائڈنگ ہاؤس 38 اردو بازار لاہور

فون: 7463684

اظہر منزل، چوک گلی نمبر 5/10 نیوشالامار کالونی ملتان روڈ لاہور (پاکستان)
پوسٹ کوڈ: 54500

15 روپے (عام شمارہ)
60 روپے (خصوصی شمارہ)
200 روپے (ادبی شمارہ)
میں ایک کے لیے 100 روپے

مولانا خیر الدین
اور ان کی
نعمت کوئی

تحقیق و تحریر: محمد
راجا شہید محمود

اخفائے حق کے مخالفین
کے نام

فہرست

۷	مولانا خیر الدین (خیوری) دہلوی کا خاندان
۸	پیدائش
۸	ابتدائی حالات
۹	ہموغرف زندگی طرف سے حالات والد سے افواض
۹	حجاز کو ہجرت
۱۰	خانہ آبادی
۱۱	مکہ مکرمہ میں مستقل حکومت
۱۱	حرم مکہ میں وظف
۱۱	تصانیف
۱۳	درس و تدریس
۱۳	علمیت
۱۱	انتقال
۱۷	ترکی میں قیام
۱۹	توبہ میں قیام
۱۹	شام کی ہجرت
۱۹	مصر میں قیام
۱۹	بہمنی آمد

۲۰	عراق میں قیام
۲۰	بغداد سے ہجرت بمبئی
۲۰	کلکتہ میں دوبار قیام اور وضع و تذکیر
۲۲	چیمہ طریقت خیر الدین
۲۲	حربیت سے اصلاح احوال کے بعد بیت
۲۵	پیشین گوئیاں
۲۶	وہابیت کی مخالفت
۲۶	ناموس صیہی کی مخالفت اور اہل بیت سے محبت
۲۹	مخالفین کے اعتراضات اور ان کی حقیقت
۵۱	"اعلان الحق" از ابو الکلام آزاد
۵۱	مولانا خیر الدین کے مسلک سے ابو الکلام کا انحراف
۵۲	مولانا خیر الدین کا روایت الحسن فرزند
۵۳	مقلد باب کاغذ مقلد بنا
۵۴	راہ خیر الدین کے دھبے اور گاندھی
۵۴	اسلام کا پرانا ماحول: یاس کی نئی مقلی اور ملاحی تہذیب
۵۷	آزادی کی آزاد روی اور اس کا نتیجہ
۵۷	والد سے مختلف اختلافی ریکورڈ سٹے کا حاصل
۵۹	تاریخ کا اختصار باب تک
۶۱	"نازش فرزند ان تاریخ"
۶۱	تخلی ناموس رسالت کی ایک تشریح؟

۶۳	سیرت و مرثیہ کی مرثیہ کا ذکر
۶۴	مولانا خیر الدین کی عمارت
۶۴	اہلیہ اور بڑے بیٹے کا انتقال
۶۵	مولانا خیر الدین کی وفات
۶۵	تقریریت
۶۵	اولاد
۶۵	عادات و خصائل
۶۶	مولانا خیر الدین شاعر تھے یا نہیں تھے؟
۶۷	مولانا خیر الدین کی نعت گوئی
۷۱	خیوڑی کی ایک اردو نعت کے چند اشعار
۷۲	"الستہ الضروریہ" میں مدح مصطفیٰ ﷺ کی کیفیت
۸۴	"خیر الامصار" میں سرکار علیہ السلام اور مدینہ سرکار ﷺ کی تعریف
۱۰۷	اختتامیہ
۱۱۸۳۱۰۹	حواشی و تعلیقات
۱۲۱۳۱۱۸	مآخذ و مراجع
۱۲۲	"شاعر نعت" راجہ رشید محمود پر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کا تبصرہ (از ذاکر اور سدید)
۱۲۳ ۱۲۴	"مناقب نوٹ اعظم" کا قاعدہ تاریخ طبعیت از طارق سلطان پوری
۱۲۸ ۱۲۵	اخبار نعت

مولانا خیر الدین اور ان کی نعت گوئی

مولانا خیر الدین (خیوڑی) دہلوی کا خاندان

مولانا خیر الدین دہلوی کے صاحبزادے ابو الکلام آزاد نے تذکرہ (حصہ اول) کے آغاز میں بیان کیا: "میرے خاندان میں تین مختلف خاندان جمع ہوئے ہیں اور تینوں خاندان ہندوستان و حجاز کے ممتاز ہوت علم و فضل اور اصحاب ارشاد و ہدایت میں سے ہیں۔ دہلوی عزت و جاہ کی اگرچہ ان میں سے کسی نے خواہش نہیں کی لیکن دہنائے اپنی عزتوں اور شوکتوں کو ہمیشہ ان کے سامنے پیش کیا۔ اور کبھی انھوں نے قبول کیا اور کبھی رد کر دیا۔" (۱)

ان تینوں خاندانوں کی تفصیل یہ ہے۔

- ۱۔ مولانا (آزاد) کے دادا شیخ محمد ہادی تھے جن کا تعلق دہلی کے ایک مشہور خاندان علم و فضیلت سے تھا
- ۲۔ مولانا (آزاد) کی والدہ ماجدہ حضرت شیخ محمد بزرگ خاں ورتی کی بھانجی تھیں۔ جو گزشتہ دور کے اکابر علماء حجاز کے استاذ حدیث اور شیخ عبداللہ سرانج کے بعد مکہ معظمہ کے آخری محدث تھے۔ ان کے بعد اس درجے کا کوئی شیخ حدیث حرمین میں نہیں ہوا۔
- ۳۔ مولانا (آزاد) کے والد مرحوم کے نامارکن المدینہ مولانا منور الدین اپنے عہد کے مشاہیر اساتذہ علم و درس اور اصحاب طریقت و سلوک میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں علوم ظاہر و باطن کی جامعیت عطا کی تھی۔ ان کا شمار شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے اچھے حواریوں میں سے تھا۔ (۲)

مولانا خیر الدین کے والد کا نام محمد ہادی تھا جو دہلی مرحوم کے مشہور نامہ انصاف و منہایت سے تعلق رکھتے تھے۔ جس میں ایک وقت پانچ پانچ علماء و درس و افتاد اصحاب سوک و طریقت پیدا ہوئے ہیں۔ (۳)

پیدائش

خیر الدین دہلوی ۱۸۳۱ع/ ۱۲۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ (۳) یکم جنوری ۱۸۳۱ء رجب ۱۲۴۶ھ کو تھی۔ ۱۲۴۷ھ جون میں شروع ہوا۔ (۵) اس لیے طے ہوا کہ وہ ۱۸۳۱ء کی آخری ششماہی میں اس دنیا میں آئے۔

ابتدائی حالات

مولانا خیر الدین تین یا چار سال کے تھے کہ ان کے والد شیخ محمد بادی کا انتقال ہو گیا جنہیں مولانا منور الدین مرحوم نے خانداندار بنا لیا تھا۔ گویا شیخ محمد بادی کو اپنی پوری وراثت سپرد کر دینے کا عزم کر لیا تھا۔ کچھ بعد مولانا خیر الدین کی والدہ ماجدہ نے بھی فقہ کی اور کم سن نواسے کی تعلیم و تربیت کے لیے نانا کی آغوش شفقت کے سوا کوئی مقام نہ رہا۔ مولانا منور الدین کے تعلقات وقت کے مشہور علماء کرام سے بہت گہرے تھے۔ اس وجہ سے ان کے نواسے کو ہر دہشمہ فیض سے دل خواہ اخذ و استفادہ کا موقع ملا ہوگا۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ مولانا خیر الدین نے اپنے نانا کے علاوہ مفتی صدر الدین آزاد و مرحوم سے بھی تحصیل علوم کی۔ جنہیں علوم و فنون کے علاوہ عربی و فارسی ادب میں فضیلت کا مرتبہ حاصل تھا کہ ان کے بعد پھر کوئی ویسا عالم نہ ہوا۔ معقولات کی کتابیں دوسرے اساتذہ کے علاوہ مولانا رشید الدین (صاحب رشیدیہ) سے بھی پڑھیں اور حدیث کی تکمیل جاز پینچ کر شاہ محمد یعقوب دہلوی نیز دیگر علماء حجاز سے کی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں مولانا خیر الدین تکمیل علوم سے فارغ ہو چکے تھے دوسرے علوم کے علاوہ طب بھی پڑھی بلکہ ڈاکٹری سے بھی آگاہی حاصل کی۔ (۶)

عبدالرزاق طبع آبادی کی مرتبہ کتاب میں مذکور ہے کہ ان کے اساتذہ میں مولانا افضل امام خیر آبادی بھی تھے۔ لیکن غلام رسول مہر نے قرار دیا ہے کہ وہ تو خیر الدین کی ولادت سے دو سال پہلے فوت ہو چکے تھے۔ ممکن ہے انوکھا کام نے مولانا افضل حق خیر آبادی کا نام لیا ہو۔

مولانا خیر الدین نے بعض مردانہ ورڈشیں اور تقریری فنون بھی سکھے۔ مثلاً پنجہ کشی میر پنجہ کش سے تیرا کی میر پھلی سے تیر اندازی قلعہ معلیٰ ہی کے ایک استاد سے۔ اسی طرح کشتی لڑنا سیکھا۔ جب حافظہ امام بخش خط شیخ کے امام تھے ان سے خوشنویسی سیکھی۔ نشانہ اندازی شمشیر زنی اور

لکڑی کے فنون بھی سیکھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آخری وقت تک ان کا ہنر کسرتی رہا۔ (۷)

نامور فرزند کی طرف سے حالات والد سے اغماض

ڈاکٹر محمد اعلیٰ قریشی نے پی ایچ ڈی کے لیے تحریر کردہ اپنے مقالے میں لکھا: "حیرت ہے کہ ابوالکلام آزاد جن پر برصغیر پاک و ہند میں سیکڑوں نہیں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور جن کی زندگی کے ہر پہلو یعنی سیاسی ادبی اور دینی پریسیوں لوگوں نے قلم اٹھایا۔ ان کے والد گرامی کے تذکرے سے تمام کتب خالی ہیں۔ حتیٰ کہ مولانا آزاد نے اپنی خاندانی حیثیت اور منزلت پر "تذکرہ" جیسی قابل قدر کتاب تحریر کرتے وقت بھی اپنے والد کے حالات سے پردہ نہیں اٹھایا۔ حیرت اسی پر نہیں کہ والد کو نظر انداز کر دیا بلکہ اس پر ہے کہ ایسے والد کو جس کی علمی اور دینی خدمات کا انھیں خود بھی اعتراف تھا یہ ارادہ عدم توجہی کو پریشان کرتی ہے۔" (۸)

ڈاکٹر اعلیٰ قریشی نے اس رویے کو آزادی "ارادہ عدم توجہی" کہا ہے۔ راقم الحروف نے اس بارے میں لکھا تھا: "شاید احباب کے علم میں نہ ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک بیٹے مرزا سلطان احمد قادیانی جو ریاست بہاولپور میں اہم عہدے پر رہے اپنے باپ کے دعویٰ نبوت کے قائل نہ تھے۔ اسی لیے باپ نے کبھی ان کا ذکر نہ کیا۔ جب باپ یا بیٹا مختلف نظریہ رکھتا ہو تو اسی طرح اسے بھلا دیا جاتا ہے۔" (۹)

حجاز کو ہجرت

شورش کاشمیری نے لکھا: مولانا منور الدین نے ہجرت کی تو ان کے ہمراہ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں کوئی دس برس گزار کر شادی کی۔ (۱۰) اس بیان میں ایک تو یہ بات غلط ہے کہ مولانا منور الدین بھی حجاز پہنچے تھے دوسرے شادی بھی مکہ معظمہ کے بجائے مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ غلام رسول مہر لکھتے ہیں: "جب مولانا منور الدین نے بہ بیت ہجرت حرمین کا سفر اختیار کیا تو یہ بھی ساتھ تھے۔ مولانا منور الدین کے بمبئی میں ۱۸۵۸/۱۸۵۹ع میں انتقال کر جانے کے بعد حجاز گئے۔" (۱۱) پروفیسر سید شفقت رضوی مزید تفصیلات بیان کرتے ہیں: "اٹھائے ستر بھوپال میں قیام کیا۔ ولیہ ریاست نواب سکندر جہاں بیگم کو انھیں ۱۸۵۹ء درجہ عقیدت ہو گئی کہ انھوں نے چہ اصرار روکے رکھا۔ وہاں انھوں نے تقریباً ایک سال گزارا۔ اسی (اس) دوران میں بھوپال کے

مسلمان مولانا منور الدین اور مولانا خیر الدین سے فیض پانے اور ہدایت لینے کے لیے آتے رہے۔ اس طرح خواص اور عوام میں سریدوں اور عقیدت مندوں کا ایک وسیع حلقہ قائم ہو گیا۔ ایک سال بعد وہ بمبئی کے لیے روانہ ہوئے جہاں مولانا منور الدین بیمار ہو گئے۔ بیماری نے اتنا طول کھینچا کہ انھیں دو سال وہاں قیوم کرنا پڑا۔ بمبئی اور اطراف کے علاقوں کے ہزاروں مسلمان ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ مولانا منور الدین نے بمبئی میں انتقال کیا۔ چونکہ مولانا خیر الدین ہجرت کے عزم سے لگے تھے اس لیے وہ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ (۱۳)

عبداللہ بہت نے بھوپال کے بجائے انھیں رامپور پہنچایا۔ "وہاں (دہلی) سے سیدھے رامپور پہنچے۔ نواب یوسف علی خان دکنی رامپور آپ کا مرید تھا۔ اس کی وساطت سے آپ بمبئی تشریف لائے۔" (۱۴)

خود ابوالکلام آزاد نے محمد یوسف جعفری رنجور کے نام اپنے مکتوب مرقوم ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء میں لکھا: "میرے والد خیر الدین دہلی کی قدیم سوسائٹی کی یادگار ہیں۔ جن کا خاندان بغداد سے پنجاب آیا اور پنجاب سے شاہ عالم کے زمانے میں دہلی پہنچا۔ بعد (جنگ آزادی)۔ محمود) سے کچھ پہلے میرے والد بمبئی آئے اور بمبئی سے مکہ معظمہ چلے گئے۔" (۱۵)

ابوالکلام کہتے ہیں کہ ان کے والد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے کچھ پہلے دہلی چھوڑ دی تھی۔ سیر شغفیت رضوی کے نزدیک بھی انھوں نے قریباً ایک سال بھوپال میں اور دو سال بمبئی میں گزارے اور پھر بقول غلام رسول مہر ۱۸۵۸/۱۸۵۹ء میں اور بقول ڈاکٹر ابوسلمہ ان ۱۸۵۹/۱۸۶۰ء میں جاز گئے۔ اس سے عبداللہ بہت کا یہ کہنا کہ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد دہلی کی تاحیت و تاراج سے دلبرداشتہ ہو کر انھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا اور دہلی چھوڑی تھی (۱۵) غلط قرار پاتا ہے۔ آصف علی نے بھی یہی لکھا تھا کہ "آپ کے والد کو بھی ۱۸۵۷ء کے بعد (جنگ آزادی)۔ محمود) کے بعد ہندوستان چھوڑنا پڑا۔" (۱۶)

خانہ آبادی

غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ یہاں (جہاز میں) ان کی اس زمانے کے دو مشہور باتھوں سے ملاقات ہوئی۔ شیخ عبداللہ سراج نے میں اور شیخ محمد طاہر وتری۔ یہاں سے مدینہ منورہ کے

درس و تدریس میں مسلم الثبوت استاذ مانے جاتے تھے۔ مولانا خیر الدین ان اصحاب کی خدمت میں حاضری دینے لگے اور انھوں نے ان سے بہت استفادہ کیا۔ حجاز چھپنے کے تقریباً دس سال بعد یعنی ۱۸۷۰ء/۱۸۷۱ء میں وہیں مدینے میں شادی کی۔ یہ خاتون جن کا اسم گرامی عالیہ (۱۷) تھا۔ ان کے استاذ شیخ محمد بن طاہر وتری کی بھانجی تھیں۔ (۱۸) مہر صاحب کا یہ بیان غلط ہے۔ مولانا کی اہلیہ کا نام عالیہ نہیں نہیب تھا۔ نہیب کے خاندان کے بارے میں مہر صاحب لکھتے ہیں کہ "مدینہ میں پچھلے کچھ سے بتا چلا کہ ان کا خاندان دراصل مراکش کا رہنے والا اور مدینہ سے عمرہ ارشاد کا مرکز تھا۔ ان کے بزرگ ہجرت کر کے مدینے میں آ گئے تھے۔ یہ خود انہیں پیدا ہوئی تھیں۔" (۱۹) "ابن یونس فرید" میں ان کو شیخ محمد بن طاہر کی صاحبزادی لکھا ہے جو درست نہیں۔

مکہ مکرمہ میں مستقل سکونت

کتاب "ایک علی خاندان" میں ہے۔ "شادی کے بعد انھیں اپنا ذاتی مکان بنوانے کا خیال آیا۔ لیکن وہاں کے قوانین کے تحت کوئی غیر ملکی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ انھوں نے وہاں کی شہریت اختیار کر لی اور شیخ عبداللہ سراج کی زمین کا ایک قطعہ خرید کر مکان تعمیر کروایا۔ یہ مکے کے محلہ قدود میں باب السام کے متصل تھا۔" (۲۰)

حرم مکہ میں وعظ

شورش کا شہری لکھتے ہیں۔ "کچھ عرصہ شیخ حرم کی منظوری سے حرم میں درس دیتے رہے۔ ان سے پہلے کسی ہندوستانی کا یہ شرف حاصل نہ ہوا تھا۔" (۲۱) پروفیسر شغفیت رضوی نے تحریر کیا۔ "مولانا خیر الدین نے اسنادی تجدید اور حکومت کی توثیق کے بعد حرم شریف میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور چھ عرصے بعد عطا بھی دینے لگے۔ اس کے ساتھ ہی جہاز میں ان کے مسکن طریقت کا بھی آغاز ہو گیا اور لوگوں نے بڑی تعداد میں بیعت کی۔" (۲۲)

تصانیف

عبداللہ بہت نے لکھا۔ "مولانا خیر الدین اپنی نندانی روایات کے صحیح اور حقیقی ممبر رہے۔ وہ ایک جہد کا علم اور صوفی تھے اور کئی مشہور کتابوں کے مصنف تھے۔" (۲۳) آصف علی کی

تحریر میں ہے "ان کی اکثر کتابیں جو مصر میں بچھری ہیں ذیلی مباحثات میں قابل قدر اضافہ کا موجب بھی جاتی ہیں۔" (۲۴)

غلام رسول مہر ڈاکٹر محمد احق قریشی اور پروفیسر سید شفقت رضوی نے ان کی تصانیف کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ غلام رسول مہر کی آٹھ کتابوں کی فہرست میں "عقائد خیوریہ" کا ذکر نہیں جبکہ مولانا خیر الدین نے خود جو فہرست "اسباب السرور لاصحاب الخیور" میں شائع کی اس میں اس کتاب کا سب سے پہلے ذکر ہے۔ مہر نے "نجم المبین لرحمہ الشیاطین" (عشر جلدات) کا نام شامل فہرست کیا ہے اس کا نام شفقت رضوی کی فہرست میں نہیں ہے۔ مجموعی طور پر ان کی نو تصانیف کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی کتاب کے بارے میں یہ معلومات نہیں ہیں کہ وہ مصر میں چھپی تھیں یا تو آصف علی کی بات کی کوئی تحقیقی بنیاد نہیں ہے یا یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ان کی انہی کتابوں کے کچھ ایڈیشن مصر سے بھی چھپے ہوں۔

۱۔ عقائد خیوریہ: خود مصنف نے لکھا ہے کہ اس کتاب کا قلم پچاس جزو ہے اور اس میں حضور رسول اکرم ﷺ کے نسب کی طہارت کا تذکرہ ہے۔ قیمت چھ روپے تھی۔

۲۔ حفظ المتین عن لصوص الدین: (در بارۃ الطلاق افظ خدا پر غیر خدا و رد شبہات مفکرین) قیمت ایک روپیہ۔ یہ کتاب ڈاکٹر محمد احق قریشی کو دستیاب ہوئی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ۱۳۱۵ھ میں ہادی المطالع کلکتہ سے بچھی۔ صفحات ۹۴ ہیں۔

۳۔ خیر الأمصار مدینۃ الانصار: (در افضلیت مدینۃ منورہ زاد اللہ ظلالہا) ہادی المطالع کلکتہ۔ ۱۳۱۵ھ۔ کل صفحات ۷۷۔ قیمت ۱۲ آنے

۴۔ الستۃ الضروریہ فی المعارف الخیوریہ: (در بیان "من عرف نفسه فقد عرف ربه") مطبعہ مدن ارمز مسلی بالکرا کلکتہ۔ ۱۳۱۵ھ۔ کل صفحات ۴۳۔ قیمت ۸ آنے۔ (۲۴ الف)

۵۔ الاوراد الخیوریہ سلالۃ الادعیۃ الماثوریہ: قیمت ۸ آنے

۶۔ اسباب السرور لاصحاب الخیور: مطبوعہ مطبع ہادی اہلبی۔ ۱۳۱۸ھ۔ قیمت ایک روپیہ ۴ آنے

۸۷۔ درج الدرر البھیۃ فی ایمان الآباء و الامہات المصطفویہ: مطبعہ توفیقی کلکتہ۔ ڈاکٹر محمد احق قریشی لکھتے ہیں۔ "اس تالیف درج نہیں ہے۔ اس میں دراصل دو کتابیں ہیں۔ ایک "البصائر العشرۃ الجلیۃ لناظر الی الجزء الاول من القصائد الخیوریہ۔" اسے "درج الدرر البھیۃ" کی پہلی جلد کہا جا سکتا ہے۔ یہ ۱۷۷۷ھ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری اصل کتاب یعنی "درج الدرر البھیۃ فی ایمان الآباء و الامہات المصطفویہ۔" اس کے صفحات کی ترتیب میں تکرار ہے۔ ایک ایک صفحہ "مزید" کے لفظ کے ساتھ دو دوسرے درج ہے۔ کل صفحات ۲۹۴ ہیں مگر ۱۱۲ مزید ہیں۔ اس طرح کل ۶۰۷ صفحات کی کتاب ہے۔" (برقیہ پاکستان و ہند میں عربی فقہ شاعری۔ ص ۸۶۲-۸۶۱)

نیز اوّل ۱۷۷۲ھ صفحات کی کتاب کو سید شفقت رضوی نے الگ کتاب کے طور پر درج کیا ہے۔ مگر نام میں "القصائد" کے بجائے "العقائد" لکھا ہے۔ انھوں نے دونوں کتابوں کا سن اشاعت ۱۳۱۴ھ درج کیا ہے۔

۹۔ نجم المبین لرحمہ الشیاطین (عشر جلدات): یہ کتاب غلام رسول مہر کی مرتبہ فہرست میں پہلے نمبر پر درج ہے۔ لیکن انھوں نے اس کتاب کی تصانیفات و جزیات درج نہیں کی ہیں۔ البتہ شورش کشمیری نے لکھا ہے کہ ترکی کے قیام کے دوران میں مولانا خیر الدین نے وہابیت کے رد میں دس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی۔ لیکن اس کی دو جلدیں ہی چھپیں (ابوالکلام آزاد ص ۱۶) ہو سکتا ہے یہی پوری کتاب یا یہ دو جلدیں مصر سے بھی شائع ہوئی ہوں۔

درس و تدریس

شفقت رضوی نے لکھا ہے کہ مولانا خیر الدین نے حرم مکہ میں وعظ سے پہلے درس و تدریس کا آغاز کیا تھا (۲۵) میں سمجھتا ہوں جو شخص مزاجاً درس بخو وہ اپنی تدریسی سرگرمیاں اپنے گھر سے شروع کرتا ہے اور جو شخص زیادہ اچھا درس بخو وہی بچوں کو چڑھا سکتا ہے۔ جبکہ بچہ بھی خود اس کے اپنے ہوں۔ شفقت رضوی لکھتے ہیں: "مولانا خیر الدین اپنے دونوں بیٹوں (ابوالنصر غلام حسین آدہ دہلوی اور فیروز بخت ابوالکلام آزاد) اور دونوں بیٹیوں (آرزو بیگم اور آریہ بیگم) کو

ساتھ ساتھ پڑھایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ہندوستان آنے کے بعد بھی جاری رہا۔ مولانا خیر الدین نے خلاصہ ہندی اور مصدر فیوض پڑھائے۔ خلاصہ میں نماز روزہ کے مسائل ہیں اور مصدر فیوض فارسی مصادر و قواعد کی کتاب ہے۔ عربی میں پہلے اجرو میہ پڑھی۔ پھر میزان و مفتوح اس کے بعد نحو اور صرف اور کافیز فارسی میں گلستان و بوستان ایک ساتھ شروع ہوئیں۔ ساتھ ہی آمد نامہ کے مصادر حفظ کرائے گئے۔ اسی طرح مائتہ عامل منظوم بھی حفظ کرایا گیا۔ متعلق میں شرح تجرید لفظ میں کنز الدقائق ان کے علاوہ شرح وقایع ہدایہ آخر میں مشکوٰۃ اور جلالین کے درس دیے۔ اس طرح بڑی حد تک دینیات اور عربی و فارسی کی درسیات کی تکمیل ہو چکی تھی۔ (مولانا خیر الدین) خود بھی علم طب سے واقف تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے بیٹے بھی اس میں مہارت حاصل کریں۔ اس لیے علم طب کی بھی باقاعدہ تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ سدیدی ٹیڈ پڑھائی..... اردو کی جانب تھوڑی بہت توجہ اس طرح دی گئی کہ (آزاد کے) والد مرحوم ہاتھ سے مرکب حروف لکھ کر دیتے تھے اور بھائی بہن ان کی مشق کیا کرتے..... ان کے پڑھانے کا طریقہ ایسا تھا کہ جو کچھ پڑھتے حافظہ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا۔“ (۲۶) ”دورانِ تعلیم والد کی سخت نگرانی رہتی تھی..... ان کا طریقہ تعلیم ایسا تھا کہ اسی سے گہرا ذوق مطالعہ پیدا ہو گیا۔“ (۲۷)

حرم کعبہ میں ان کے درس کے بارے میں شورش کاشمیری کہتے ہیں: "پتھو عرب۔ شیخ
حرم کی منظوری سے حرم میں درس دیتے رہے۔ ان سے پہلے کسی ہندوستانی عالم کو یہ شرف حاصل نہ
ہوا تھا۔ (۲۸)

تعلیم کے متعلق ان کا نظریہ واضح تھا کہ وہ "بادنود اور انہی کی مائیں خیالات اور قدیم
 رجحانات کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے تھے۔ ان نے خیال میں
 لڑکیوں کو بھی زور پر تعلیم سے "لڑکوں کی طرح" آزاد کرنا چاہیے۔" (۲۹)

اور صوفی تھے۔ "مولانا خیر الدین اپنی خاندانی روایات کے صحیح اور حقیقی ملقبہ دار تھے۔ وہ ایک بید عالم و باری سے نکل کر مائیک اسلام میں پہنچ چکا تھا۔" (۳۰)

”سراج الاخبار“ میں ۲۶ جون ۱۸۹۴ء کو ان کے متعلق جو خبر پچھنی اس میں کہا گیا: ”کلکتہ میں ایک شخص مولوی خیر الدین صاحب جو بڑے عالم فاضل ولی اللہ جن کے بزاروں مرید ہیں.....“ (۳۱)

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی رائے میں "مولاؑ اپنے دور کے عالم ہے، جہل اور فاضل ہے
مصلحت تھے۔ خدمت اسلام ان کی زندگی کا مشن تھا اور تمام عمر وہ اس فریضے کی بجاواری میں ان جھک
کوشش کرتے رہے۔" (۳۲) شفقت رضوی کے بقول "مولاؑ خیر الدین بڑے خوش نصیب
انسان تھے کہ عزت و نیک نامی کے ساتھ خلقِ خدا کی خدمت میں زندگی بسر کی۔ ان کے تجربہ علمی اور
فیوض و برکات کا چشمہ برصغیر سے لے کر جزیرۃ العرب، عراق، شام تک جاری رہا۔" (۳۳)

ابوالکلام آزاد اور صدر یار جنگ (حبیب الرحمن خاں شروانی) کے خطوطِ محمد علیہ السلام
 خاں شروانی (علی گڑھ) کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوئے۔ ان میں اپنے ۲۹ ستمبر ۱۹۳۰ء کے خط
 میں ابوالکلام آزاد نے علامہ شہاب الدین آلوسی مفتی بغدادی مفسر "تفسیر روح المعانی" کے خاندان
 سے اپنے خاندان کے رشتے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا خیر الدین کی ملیت کا اعتراف و اعلان
 کیا:

”ان کے خاندان سے میرے خاندان کا پہلا رشتہ کچھ عجیب طرح کے حالات میں قائم ہوا تھا۔ والد مرحوم جب ۱۲۹۳ھ میں عراق گئے تھے تو سید عبدالرحمن غیب مرحوم کے والد سید علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔ ان ہی کے یہاں ٹھہرے۔ شیخ آوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ گمران کے مصنفات کے قلمی نسخے سید کے خاندان میں متداول تھے اور بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ سید مرحوم نے شیخ کی تفسیر ”روح البانی“ بڑے فخر و مہابت کے ساتھ دکھائی کہ کارے شیخ کی تصنیف ہے۔ شیخ آوی اگرچہ بظاہر شاہراہ عام سے الگ نہیں ہوئے تھے کہ عہدہ افتاء اور جوع عام کا علاقہ دامن گیر تھا۔ مگر دراصل سلفی المشرک تھے اور تقلید کی بندشیں بہت کچھ جیلی ہو چکی تھیں۔ چنانچہ تفسیر میں کہیں کہیں اس کی جھلک صاف نظر آ جاتی ہے۔ والد مرحوم شفیت وراشعیت میں بڑے ہی شدید تھے۔ ان کی نظر اس معاملہ میں کب پونے والی تھی۔ ایک دن میں مجلس دیوان میں کہ شیخ نعمان آوی زاوہ (جنھوں نے جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین لکھی اور نواب صدیق حسن خاں نے مصر میں چھپوائی تھی) بھی موجود تھے۔ سید علی مرحوم نے پوچھا

آپ نے شیخ کی تفسیر کو کیسے پایا؟ والد مرحوم نے بلا تامل کہا۔ "خوب ہے مگر کہیں کہیں وہابیت اور اعتزال کی بو بھگے محسوس ہوئی۔" یہ ہے پروا اور اہم مقام مجلس پر گراں گزرا۔ خصوصاً شیخ نعمان پر اور صحبت نے مجلس مباحثہ کا رنگ اختیار کر لیا۔ شیخ آلوسی نے حیاتِ خطر سے انکار کیا ہے۔ والد مرحوم نے سب سے پہلے اس کا تعجب کیا۔ پھر تفسیر کے تمام ایسے مقامات و حواشی و حواشی ذکر کئے اور ایک رسالہ تعقبات میں تصنیف کر کے شیخ نعمان کو بھیجا۔ شیخ نے اس کے جواب میں ایک مکتوب لکھا۔ والد مرحوم نے جواب الجواب لکھ کر اس مکتوب کو بھی اپنے جواب کے رسالہ کے آخر میں شامل کر دیا۔

"مرحوم سید عبدالرحمن نقیب نے مجھے وہ اطلاق دکھایا تھا جہاں والد مرحوم بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ نیز حرم کا وہ حصہ جہاں والد مرحوم ٹھہری تھیں۔ والد مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا اصل رسالہ بھی "روح المعانی" کے قلمی نسخے کے ساتھ کتب خانہ میں موجود تھا۔"

سید مرحوم کے تفرس نے پہلی ہی ملاقات میں تازہ لیا تھا کہ میرے خیالات کی رفتار دوسری ہے۔ مجھے دوسرے دن شیخ سے ملا یا تو یوں تقریب کی کہ شمس شیخ خیر الدین ہندی یاد ہیں۔ جنہوں نے شیخ کبیر (یعنی شیخ آلوسی) کی تفسیر پر تعقبات کیے تھے۔ یہ ان ہی کے فرزند ہیں۔ لیکن ان سے وہی بو آئی جو ان کے شیخ نے تمہارے شیخ کی تفسیر میں سونگھی تھی..... والد مرحوم نے کئی بار عود کا عطر شیخ مرحوم کو بھیجا تھا۔ انہیں یہ بات یاد تھی۔" (۳۴)

انتفا

ابوالکلام آزاد نے اپنے ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۰ء کے مکتوب بنام صدر یار جنگ حبیب الرحمن خان شروانی میں لکھا۔ "والد مرحوم کی سحر خیزی نے مجھے بھی بچپن سے اس کا عادی بنا دیا ہے۔" (۳۵) علامہ اقبال نے بھی اپنی سحر خیزی پر افتخار کیا:

دستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی (۳۶)

سید شفقت رضوی کی کتاب میں ہے۔ جب تک (آزاد کے) والد زندہ رہے صبح چار بجے سب کو جگا دیتے اور مجال تھی کہ پہلی آواز پر کوئی نہ اٹھے۔ "جاؤ وضو کروا" کی آواز کے ساتھ

ہی سب جاگ جاتے اور ستر سے باہر نکل آتے۔ عرصہ تک نماز والد کے پیچھے گھر پر پڑھتے رہے۔ جب ذرا عمر زیادہ ہوئی تو مسجد میں ادائیگی فرض کا حکم ہوا۔ صبح اور ظہر والد کے پیچھے پڑھتے، عصر اور مغرب مسجد میں۔" (۳۷)

کسی نے ایک گناہ خط مولانا آزاد کو سیاسی مخالفت کی بنا پر لکھا اور غصے میں کئی گالیاں دیں جن میں ایک "اولادِ اہلس" بھی تھی۔ اس پر مولانا نے جواب لکھا: "آپ نے "اولادِ اہلس" بھی ایک جگہ لکھا ہے البتہ یہ سچ نہیں ہے کیونکہ میرا مرحوم باپ تو ایک متقی اور نیک اعمال انسان تھا۔ خدا تعالیٰ نے دنیا اور دنیا والوں کی عظمت و جبروت کو اس کی (کے) قدموں پر گرایا مگر اس نے کبھی ان پر غلط انداز نظر بھی نہ ڈالی اور ہمیشہ "ان عبادی لیس لک علیہم بسلطان" کے کہاں خانہ محفوظ میں زندگی بسر کی۔" (۳۸)

ترکی میں قیام

شورش کا شیریں لکھتے ہیں کہ "سلطان عبدالحمید کے زمانے میں مولانا خیر الدین قسطنطنیہ گئے وہاں دو سال رہے۔" عبدالمطلب شریف مکہ سے سلطان ناراض ہوا۔ اس نے جلد پاشا کو گورنر بنا کر بھیجا۔ شریف مکہ نے مکہ و طائف کے بدوؤں سے سلطان کے خلاف بغاوت کرا دی۔ بغاوت تو فرو کر دی گئی لیکن عبدالمطلب شریف مکہ کو بہانے سے گرفتار کیا گیا۔ عبدالمطلب کے بعد اس کا بھتیجا غالب شریف مقرر ہوا۔ سلطان نے غالب کے خلاف بعض شکوک کی تصدیق یا تردید میں مولانا خیر الدین کی مدد چاہی۔ اور ان کی مساعی سے عبدالمطلب کی نظر بندی موقوف ہوئی اور تعلقات جوڑنے سے محفوظ ہو گئے۔"

شورش نے لکھا ہے کہ مولانا خیر الدین نے ترکی میں رہ کر ترکی زبان سیکھی۔ پھر اس کی صرف و نحو عربی میں لکھی۔ عربی فارسی ترکی کا ایک لذت تیار کرنا چاہا لیکن قاف تک پہنچ کر موقوف ہو گیا اور توفیق چلے گئے..... "مولانا خیر الدین نے ہندوستان کی اس (جس کی تفصیلات شورش پہلے بیان کر چکے) دہلوی جماعت کے خلاف شریف مکہ اور قسطنطنیہ کے عوام کو تیار کیا۔ مولانا آزاد کے الفاظ میں فتنہ اٹھایا۔ نتیجتاً اس جماعت کے ۳۱ آدمی گرفتار کر لیے گئے..... سلطان ترکی نے خیر الدین کو "تمغہ حمیدی" دیا۔" (۳۹)

غلام رسول مہر نے ترکی کے قیام کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "۱۸۷۲ء میں ترکی کا سفر کیا۔ سلطان عبدالحمید سے ملاقات ہوئی۔ قسطنطنیہ میں دو سال تک قیام رہا۔ طوالت قیام کا سبب حجاز میں شریط عبدالعظیم کی بغاوت بھی تھی۔ یہ زمانہ انھوں نے کتب خانوں کی سیر کتابوں کی نقل اور علماء کی صحبت میں صرف کیا۔ سب سے بڑی نئی کتب یہیں پیدا ہوئی۔" (۴۰)

نجانے مہر نے بڑی نئی کا نام "کتب" کیسے رکھ لیا۔ کتب تو مولانا کی بیگم اور بچوں کی بیویوں کی والدہ کا نام تھ۔ خود ابو الکلام کا ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء کا خط بنام محمد یوسف جعفری رنجو موجود ہے۔ جس میں انھوں نے اپنی اور اپنے بھائی بہنوں کا سن پیدا کنش تحریر کیا ہے۔ خدیجہ (۱۲۹۱ھ)۔ فاطمہ (۱۲۹۷ھ)۔ حفیظہ (۱۲۹۹ھ)۔ غلام یاسین (۱۳۰۱ھ)۔ محی الدین (۱۳۰۳)۔ اس سے تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ سب سے بڑی اولاد خدیجہ ہے۔" (۴۱)

پھر غلام رسول مہر نے ترکی کے سلطان کا نام عبدالحمید لکھا ہے۔ شفقت رضوی نے بھی یہی نام لکھا ہے (۴۲) لیکن سلطان عبدالحمید جنھوں نے حرمین شریفین کی توسیع میں کرائی خدمات انجام دیں اور حرم نبوی ﷺ میں اب بھی جن کے نام کا دروازہ "باب حمیدی" موجود ہے وہ تو ۱۷ ازی الحجہ ۱۲۷۷ھ/۲۵ جون ۱۸۶۱ء کو فوت ہو گئے تھے۔ (۴۳) سلطان عبدالحمید خان نے ۱۲۷۶ھ میں کعبہ اللہ کی چھت پر ۵۰ رٹس سونے کا میز اب رحمت گویا تھا (۴۴) قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے مسجد نبوی ﷺ کی توسیع و مرمت کے سلسلے میں سلطان عبدالحمید خان کے حوالے سے لکھا تھا۔ "موجودہ عمارت وہی ہے جو سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں تیار ہوئی۔ یہ عمارت ۱۵ سال کے عرصہ میں ۱۲۷۷ھ کو مکمل ہوئی تھی۔" (۴۵) محمد معراج الاسلام کی کتاب میں ہے کہ "سلطان محمود خان اور سلطان عبدالحمید خان کا دور حکومت مجموعی طور پر ۱۲۴۳ھ میں شروع ہو کر ۱۲۷۷ھ پر ختم ہوتا ہے۔" (۴۶) "تاریخ الامت" میں محمد اسلم جرنیل پوری بھی بتاتے ہیں کہ ۱۲۷۷ھ میں سلطان عبدالحمید نے ۴۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دیندار اور باہمت تھے۔ مدینہ منورہ میں اس کی یادگاریں ہیں (۴۷) اور مولانا خیر الدین ۱۸۷۲ء میں ترکی گئے تھے (شاید ۱۲۸۹ھ میں) اب ان تذکرہ نویسین آزاد کی طرف آتے ہیں۔ جو مولانا خیر الدین کا سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں ترکی پہنچا کہتے ہیں۔ اسلم جرنیل پوری کہتے ہیں کہ سلطان عبدالحمید خان کے انتقال پر اس کا بھائی عبدالعزیز تخت نشین ہوا اور ۱۲۹۳ھ میں معزول ہوا۔ (۴۸) اس سے

راشع ہوتا ہے کہ جب مولانا خیر الدین ۱۸۷۲ء میں ترکی گئے تو زمانہ سلطان عبدالحمید یا سلطان عبدالحمید کا نہیں بلکہ سلطان عبدالعزیز خاں کا تھا۔ البتہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری کے بقول (۴۹) اگر مولانا خیر الدین دوسرے ترکی گئے تھے تو یمن ممکن ہے کہ وہ دوسری مرتبہ سلطان عبدالحمید ثانی کے زمانے (۱۲۹۳ھ تا ۱۳۲۸ھ) میں ترکی گئے ہوں (۵۰) تذکرہ نویسوں کا ۱۸۷۲ء کے حوالے سے سلطان عبدالحمید کا ذکر ہر حال درست نہیں۔ ایک اور بات کہ آصف علی نے قسطنطنیہ میں ان کا قیام تین سال بتایا ہے (۵۱) جو کہیں اور سے ثابت نہیں ہوتا۔

قونیہ میں قیام

ڈاکٹر ابوسلمان نے اپنے مضمون "شوق سیاحت" میں عبدالرزاق طبع آبادی کی روایت سے لکھا۔ "قسطنطنیہ سے ایشیائے کوچک کے ممالک کی سیر کی۔ قونیہ میں ایک سال قیام کیا۔" (۵۲) غلام رسول مہر اور شورش کشمیری نے بھی یہی لکھا ہے (۵۳)

شام کی سیر

"شوق سیاحت" میں صرف یہ لکھا گیا کہ قونیہ میں قیام کے بعد شام کے دپارامصاری سیاحت کی (۵۴) آزاد کے دوسرے تذکرہ نگار بھی مولانا خیر الدین کے قونیہ یا شام وغیرہ کے قیام اور سیاحت کے دوران میں ان کی مصروفیات کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکے۔

مصر میں قیام

"شوق سیاحت" کے حوالے سے یہی بات سامنے آئی کہ "مصر تشریف لے گئے اور قاہرہ میں ایک عرصہ مقیم رہے۔" (۵۵) البتہ سید شفقت رضوی نے یہ اطلاع دی ہے کہ مصر کے دوران قیام میں علماء ازہر سے ایک اہم موضوع پر مناظرہ کیا اور کامیاب ہوئے۔ جس کی وجہ سے خدیو ان کا یہ حد احترام کرنے گئے تھے (۵۶) غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ "یہاں متعلقین کی مسلسل ملاقات کی وجہ سے ایک سال تک قیام کرنا پڑا۔" (۵۷) اس قیام کو ڈاکٹر ابوسلمان "کچھ عرصہ" قیام کہتے ہیں۔

بہمنی آمد

مصر سے مولانا یحییٰ آئے اور یہاں ۱۸۷۶ء میں عراق چلے گئے۔

عراق میں قیام

عراق میں بقول میر تقی میر ”عراق سات ماہ اور بقول ذاکٹر ابو نعیمان سات آٹھ مہینے رہے۔“ اس زمانے میں سید عبدالرحمن نقیب سادات اشرف بغداد کے والد سید علی رحمۃ اللہ علیہ حجاز و شام تھے۔ ان ہی کے یہاں ٹھہرے۔ ان سے طریقہ تہذیب کی اجازت لی اور انھوں نے ان سے مل رکھنا پیشکش کی۔“ (۵۸) اس قیام عراق کے بارے میں خود ابو الکلام نے اپنے ایک مکتوب میں جو تصانیف بیان کی ہیں اور ”روح المعانی“ پر مولانا خیر الدین کے تعقیبات کا ذکر کیا ہے وہ ”علیت“ کے زیر عنوان تحریر کی جا چکی ہیں۔ (۵۹)

بغداد سے پھر بمبئی

بغداد سے مولانا خیر الدین بمبئی (جسے اب ممبئی بنا دیا گیا ہے) آ گئے۔ یہاں ایک قلعہ زمین خرچ کر مسجد تعمیر کی اور اس کے ساتھ ایک بہت بڑا احاطہ خام نمازات کا کرایہ کے لیے بنایا۔ پروفیسر شفقت رضوی کہتے ہیں: ”مولانا خیر الدین دکن و قریب ہندوستان آتے رہتے تھے کیونکہ ان کے مرید یہاں ہر بڑے شہر خصوصاً دہلی، بھوپال، بمبئی، کانپور، لاہور، کراچی، کلکتہ میں موجود تھے۔ اس کا ذکر مولانا طبع آبادی نے بھی ”آزاد کی کہانی“ میں بتائیں۔“ (۶۰) یہاں مہاراجہ دیشائی تھے ہیں کہ وہ غالباً پہلی مرتبہ اپنے گھرانے کی مریدوں کی درخواست پر جو حج کے لیے گئے تھے۔ ۱۸۸۰ء میں حجاز سے بمبئی آئے اور بعد اس کے دکن فوٹو آتے رہے۔ (۶۰)

کلکتہ میں دوبارہ قیام اور وعظ و تذکیر

بقول غلام رسول میر ”ان کے سب سے مقرب مرید حاجی عبدالواحد باصر اور کلکتہ لے آئے۔ یہاں ”مسجد ناخدا“ کی تعمیر کے لیے تحریک کی۔ تقریباً تین سال کے قیام کے بعد مکہ واپس چلے گئے۔“ (۶۱) شورش کا شہری لکھتے ہیں ”خاصی واحد کلکتہ کے سب سے بڑے مسلمان تاجر اور آپ کے مرید تھے۔ انھیں تحریک کر کے جامع مسجد بنوائی۔ اس کے بعد سلطان ٹیپو کے خاندان سے ایک شہزادے فرخ سیر کو زور دیا اور مسجد ٹیپو سلطان کی بنو رکھی جو کلکتہ میں جامع مسجد کے بعد

دوسری بڑی مسجد ہے۔ اس طویل قیام نے ان کی پیری مریدی کے سلسلہ کو پھیلا دیا۔ ہر روز پانچ پانچ سو یا ایک ایک ہزار آدمی مرید ہوتے۔ جمعہ کو یہ عالم ہوتا کہ نہ رختم ہوتے ہی ہم غنیمت ہو جاتا۔ اس بھیڑ میں ایک آدمی مسجد کے درمیان گھبراتا بیٹ کا اعادہ کرتا اور عرصہ تک بالکل فراغت ہوتی۔“ (۶۲)

ابو الکلام آزاد نے محمد یوسف جعفری رنجورہ کے نام اپنے ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء کے خط میں لکھا: ”۱۳۰۴ھ کے اوائل میں یکا یک والد کو ہندوستان کے مشہور مقامات دیکھنے کا شوق ہوا۔ اور والد صاحب کو بھی حب الوطنی نے اس تحریک کو عملی صورت میں لانے کے لیے آمادہ کر دیا اور سننے والوں نے تعجب سے سنا کہ مولوی خیر الدین صاحب بمبئی آ گئے ہیں۔ ۱۳۰۴ھ کے اواخر میں اجمیر، کبیر آباد وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے کلکتہ پہنچے اور حاجی واحد ناہو یہاں کے مشہور رئیس اور والد صاحب کے معتقد تھے انھیں اپنے گھر لے گئے۔ کلکتہ پہنچے ہوئے تھوڑی سی عرصہ ہوا تھا کہ میری والد یکا یک سخت بیمار ہو گئیں اور بیماری سے دو ہفتے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔“

”والدہ کا انتقال ایسا نہیں تھا جو والد کو نہایت مایوس نہ کرنا۔ بہت قریب رہنے نہایت دل ہونے۔ کہ معتقد جانے کا ارادہ پھر ہوا لیکن بعض مذہبی بحثوں کے چھڑ جانے اور والد کے مزار کے تیار کرنے کے خیال نے رکاوٹ پیدا کر دی۔ انہی دنوں میں کلکتہ کی بڑی مسجد میں ان کا ہر جمعہ کو وعظ ہوا کرتا تھا۔ لوگ جوق در جوق مرید ہو رہے تھے۔ ایمان آباد، جدار حضرت رسول ﷺ کی بحث ہو رہی تھی۔ انھوں نے اپنی ایک قدیم تصنیف جو اسی موضوع پر لکھی تھی۔ (۶۳) ۷۳) تمیم کے ساتھ چھپوائی شروع کر دی تھی اور اسی لیے ایک پرہیز جاری کیا تھا۔ غرض اپنے تعلقات پیدا ہو گئے تھے کہ دوستانہ کلکتہ کو کئی برس تک روکنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔“ (۶۴)

ہفت روزہ اخبار ”سراج الاخبار“ جنم کی ۲۶ جون ۱۸۹۶ء کی اشاعت میں پیر چھپی تھی: ”کلکتہ میں ایک شخص مولوی خیر الدین صاحب جو بڑے عالم فاضل ولی اللہ جن کے ہزاروں مرید ہیں اور ہزاروں پیش گوئیاں انھوں نے کی ہیں اس میں سب سے پہلی فرق نہیں نکلا اور اللہ خدا میں مقیم ہیں۔ ہر جمعہ کو مسجد ناخدا میں یعنی کلکتہ کی بڑی جامع مسجد میں وعظ فرمایا کرتے ہیں۔“

(۶۵) اس سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں مولانا کلکتہ میں تھے اور سید محمد تقی رضوی نے مولانا کی چھوٹی بیٹی محمودہ بیگم عرفہ بیگم بیگم آبرو کے ذکر میں لکھا کہ انھیں فن خطابت و رش میں مانتھا اور ابوالکلام کے تذکرے میں کہا کہ ان کی والدہ بڑی لسان اور فصیح البیان تھیں۔ والد بھی وعظ دیا کرتے تھے ان کے طرز خطابت کی دور دور تک وحوم مچی ہوئی تھی اور مولانا خیر الدین کے لکھتے میں باوجود ضعیف العمری اور بیماری کے ان کے رشد و ہدایت کے حلیے کے متعلق تحریر کیا کہ "ان کا وعظ کم از کم تین گھنٹے کا ہوتا تھا جس کی صورت ایک مرتب کتاب کی ہوتی۔ مطالب میں ریاضہ ترغیب، تنبیہ، استنباط استدلال، اجمال ہے تفصیل اور تفصیل ہے پھر اجمال اور اس پر اختتام۔ وعظ میں حوالہ کے باوجود سامعین میں اس درجہ استغراق طاری ہوجاتا تھا کہ کوئی اپنی جگہ پر حرکت بھی نہ کرتا۔ کسی موضوع پر دو صرفہ چند گھنٹے وعظ دینے کی قدرت نہیں۔ لکھتے تھے بلکہ اس پر مینوس اظہار خیال کر سکتے تھے۔ (۶۶) عبد الرزاق بلخ آبادی ابوالکلام آزاد کی زبان سے کہتے ہیں کہ "اسی مسجد میں پہلے غرگٹ کے قریب چار سو سال تک جو بانی اٹھنی کا وادیہ بیان کیا اور وہ تھوڑی دوسری مرتبہ جب آئے اور وعظ کا سلسلہ شروع ہوا تو "بسم اللہ" کو بطور آیت کے تلاوت کر کے دو سال تک اسی پر وعظ کرتے رہے۔ پھر سورہ یوسف شروع ہوئی تو سات برس تک اس پر وعظ کیا اور آدھی سے زیادہ ہوئی۔" (۶۷)

خاندان کے سربراہ تھے۔ (۷۴)

ترہیت سے اصلاح احوال کے بعد بیعت

ایہا انکلام سے پہلے خاندان کی اپنے والد سے بیعت کا حال "مذکور خاص" میں رقم کیا ہے: مسیحی خاندان جو شہ کا واپس تھا۔ خاندان میں خواہشوں کی تعمیل کیا کرتے تھے۔ یہ والد مرحوم کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ ان کا قاعدہ تھا کہ اس طرح کے لوگوں کو مرید نہیں کرتے تھے۔ لیکن اصلاح و توبہ کا دروازہ بند بھی نہیں کرتے۔ فرماتے "بغیر بیعت کے آتے رہو۔ دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔" اکثر حالتوں میں ایسا ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ خود بخود اپنا چہرہ بدل دیتے اور توبہ کر کے آتے۔ چنانچہ مسیحی خاندان کو بھی یہی جواب ملا۔ والد مرحوم بعد کے دن وصال کے بعد بہانہ مسجد سے مکان آئے تو پہلے کچھ دیر دیوان خانہ میں بیٹھے پھر تہہ رہ گئے۔ خاص خاص مرید پانچ کے ساتھ چلتے ہوئے آجاتے اور اپنی اپنی ضروریات پیش کر کے رخصت ہو جاتے۔ مسیحی خاندان بھی ہر تہہ و تار کے بعد حاضر ہوتا اور دور فرشتے کے کنارے دست بستہ کھڑا رہتا۔ کبھی والد مرحوم کی نظر پڑ جاتی تو پوچھ لیتے "مسیحی خاندان کیا حال ہے؟" عرض کرتا: حضور کی فکر مریم کا امیدوار ہوں۔ فرماتے ہاں اپنے دل کی نگوں میں نگہ رہو۔ وہ بے اختیار ہو کر قدموں پہ گر جاتا اور اپنے آنسوؤں کی جھری سے انھیں تر کر دیتا۔ اذوق سے کیا خوب کہا ہے:

ہوئے ہیں تر گریہ ندامت سے اس قدر استہین و دامن

کہ میری تر دامن کے آگے عرق عرق پاک دامن ہے

(دیوان اذوق مرتبہ آزاد۔ ص ۱۸۷)

کبھی عرض کرتا: "رات کے دربار میں حاضری کا حکم ہو جائے۔" یعنی رات کی مجلس خاص میں جو مریدوں کی تعلیم و ارشاد کے لیے ہفتہ میں ایک بار منعقد ہوا کرتی تھی۔ اسے والد مرحوم مال جاتے۔ مگر ان کے نالے کا بھی ایک خاص طریقہ تھا۔ فرماتے "اچھی بات ہے۔ دیکھو ساری باتیں اپنے وقت پر ہو رہی ہیں۔" وہ وہاں ہاتھ امید و تمنا اتنے ہی میں نہال ہو جاتا۔ اور دیوان سے آنسو پونچھتے ہوئے اپنی گھر کی راہ لیتا۔ خواجہ حافظ ان معاملات کو کیا ڈوب کر کہہ گئے ہیں:

بجایاب در فلوت سرائے خاص

"خاندان مذکورہ ایمان خاک اور گہما گہما

(دیوان مرتبہ آزاد۔ ص ۱۱۱)

لیکن باآخر اس کا مجر و نیاز اور صدق طلب رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ والد مرحوم نے اس کو مرید کر لیا تھا اور حلقہ میں بیٹھنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔ اسے بھی جو ایسی توفیق ملی کہ طوائفوں کی ٹوٹیوں کی مٹھی سے تائب ہو گیا اور ایک جنگلی زمیندار کی ملازمت پر قائم ہو گیا۔ والد مرحوم کو میں نے ایک مرتبہ یہ کہتے سنا تھا کہ مسیحی خاندان کا حال دیکھتا ہوں تو میری جنگی کی حکایت یاد آ جاتی ہے۔ یعنی مولانا روم والے میر جگمگ کی (مشکوٰۃ۔ دفتر اول: ۵۶)

جہاں جنگی کے بود مرد خدا
جہاں است سر پناہ خدا (۷۵)

پیشین گوئیاں

ہفتہ وار "سراج الاخبار" جہلم کی خبر کے حوالے سے پہلے یہ بات آچکی ہے کہ مولانا خیر الدین نے کلابہ میں مختلف حالات و واقعات کے متعلق جو پیشگوئیاں کیں زور و دست نکلیں۔ ان کے ایک بحر عالم دین اور شیخ الطریقہ ہونے کی وجہ سے مستقبل کے متعلق خیالات کو رب کریم حقیقت کا روپ دیتا رہا۔

وہابیت کی مخالفت

پروفیسر سید شفقت رضوی کہتے ہیں کہ "حجاز میں انھوں نے وہابیت کے خلاف محاذ کھولا اور اس سلسلے میں بڑے بڑے تنازعات سے گزرے۔" (۷۶) شورش کاشمیری نے اس معاملے کی کچھ تفصیل دے دی ہے: "اس زمانے میں حجاز کے علماء و عوام کو محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت سے سخت بغض و اوجھ تھا۔ مصلحتاً کلابہ نے اسی سیاسی مصیبتوں کے تابع انھیں معزوب و مغضوب گردان رکھا تھا۔ مولانا خیر الدین نے اس وہابی جماعت (جو حجاز چلے گئے تھے) کے خلاف شریعت کے اور مذہبی عقائد کے عوام کو تیار کیا۔ مولانا آزاد کے القاد میں قیاد اٹھایا۔ قیاد جماعت کے انہیں آہنی گولی مار کر پھینکے گئے۔ لیکن تین کے سوا سب نے قیاد سے کھینچ لیا۔"

فی نفس انہیں کوڑے لگانے کی سزا دی گئی۔ ان گرفتار شدگان کے عقیدے کے متعلق جو سوالنامہ مرتب کیا گیا، مولانا خیر الدین کا تیار کردہ نسخہ اس سلسلے کا نمبر انگیز پہلا یہ ہے کہ ان لوگوں کے اعتقاد نے ہندوستان سے جدا کر کرکس تو فصل سے مدد مانگی کہ ان کی رعایا پر یہ عذاب نازل ہو رہا ہے۔ اس کی مداخلت سے وہ آوی رہا کیے گئے۔ لیکن وہی پتہ تو ان کے مخالفوں نے ملوفاں کھڑا کر دیا کہ حرم سے غزول و سرود ہو کر آئے ہیں۔ اور منٹ کو ان کی گرفتاری کے لیے مجبور کیا گیا لیکن کسی نہ کسی خرچ و خرچہ گئے۔۔۔۔۔ غرض مولانا خیر الدین نے وہابیوں کے لیے یہ معقلہ میں رہنا ممکن کر دیا۔۔۔۔۔ اس زمانے میں مولانا خیر الدین نے وہابیت کے رد میں دس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی لیکن اس کی دوسری چندیں چھپیں۔ (۷۷) سلطان ترکی نے خیر الدین کو "تمہ حمیدی" دیا۔ (۷۸)

ناموس صحابہؓ کی حفاظت اور اہل بیت سے محبت

شورش کا شہری اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "عبدالعلی خان نام کا ایک شیعہ بھی میں کوٹوالی شہر تھا۔ تب کوٹوالی ہی کے ہاتھ میں شہر کا قلم و اسق ہوتا۔ اس نے ایک کتاب لکھوائی جو صریحاً حجاز سے بھر پور تھی۔ ادھر وہ کتاب چھپ کر تقسیم ہوئی اور خیر الدین نے بھی پہنچ کر اس کے خلاف تقریر داغ دی۔ کوٹوالی شہر میں خدائی کر رہا تھا۔ اس نے مولانا کو قتل کرانے کی ٹھان لی۔ لیکن مولانا نے کتاب کی مضبوطی کا مقدمہ دائر کر دیا۔ آخر جیت مولانا کی ہوئی اور عبدالعلی نے معافی مانگ لی۔ مولانا صحابہؓ کے بارے میں اس قسم کی زبان درازیاں یا قلم درازیاں کبھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ لیکن اہل بیت سے محبت کا یہ عالم تھا کہ عشرہ کی شب اپنے ہاں ذکر شہادت کی مجلس منعقد کرتے تو گریہ و بکا اس اوج پر ہوتا کہ یہ قول مولانا آزاد لکھنؤ کی بڑی مجلس عزائم بھی اس درجے میں نہ تھیں۔" (۷۹)

مخالفین کے اعتراضات اور ان کی حقیقت

ڈاکٹر ابوسمان شاہجہاںپوری نے مولانا ابوالکلام آزاد کے کچھ ابتدائی مضامین

مضامین آزاد، جلد اول میں جمع کر دیے۔ انھوں نے یہ کتاب ۳۲ نومبر ۱۹۷۸ء کو مشہور کیا۔ اس میں "سر سید پینتالیس" ضیاء الدین لہوری (مصحف کتب کثیرہ) کو پیش کی۔ اس میں "حق" نام کا ایک رسالہ بھی ہے۔ ہم "مرفان آزاد" سے اس رسالے کی کاپی نقل ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ اس کے مطالعے سے قارئین محترم کو معلوم ہوگا کہ اپنے ابتدائی سالانہ مضامین میں ابوالکلام نے والد سے مذہبی و مسکلی اختلاف کے باوجود رویت بدل کے مسئلے میں ان کا رویہ کیا۔ بعض علماء کلمت نے مولانا خیر الدین کے خلاف محاذ قائم کیا تھا مگر ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں جو "مشی مشرک" اور "کافر" کہا گیا اس کا سبب ان کی تصنیف اور تقریریں نہیں جن میں وہ وہابیوں کو "مشی مشرک" لیتے تھے۔ خود ابوالکلام نے ان کی کتاب "غیم المسکین لرحیم احمین" (دس جلدیں) درج اللہ علیہ وسلم کی تعین کا ذکر کیا ہے۔ غیم المسکین میں وہابیوں کے عقائد کا علمی تحقیقی نقیب ہے اور جلال اللہ میں حضور رسول اکرم ﷺ کے آداب و اہمات کے ایمان پر واکل ہیں اور حفاظت ان میں غیر خدا کو خدا کہنے کی تظہیر ہے۔ ابوالکلام کے اس رسالے سے یہ تو اظہار من انفس ہے۔ مولانا خیر الدین کی مخالفت رد وہابیت اور ذکر شہادت ام حسین کے نتیجے میں ہوئی اور انھیں خیر الدین کے بجائے "شر الدین" اور دیگر دشنام طرازیوں کا ہدف بنایا گیا۔ اس پر ابوالکلام نے "مخالفین کی غلط زبان کا ذکر کرتے ہوئے اپنے والد کی تحریروں کے حوالے سے لکھا ہے کہ مولانا فی تہذیب تو قابل ملاحظہ ہے کہ مخالفین کے رد اور مرجع اللہ علیہ وسلم کی تائید میں "افلا انھیں" نامی تو معترض کا نام بھی نہیں لکھا۔ اور "ان شاء اللہ تعالیٰ بھی میری یا مولانا کی زبان سے کوئی اعتراض و قسم آمیز مخالفین کی شان میں نہیں نکلا گا۔" لیکن رسالہ "امان الحق" میں معترضین کا جواب وہابیت پر ذکر شہادت کے حوالے سے نہیں صرف وہابیت پر دیا گیا ہے۔ یہ حقیقت "امان الحق" میں درج عبدالمکرم مرحوم اور دیگر علماء کے رد وہابیت بدل کے مسئلے میں پہلے سے موجود ملفوظات سے واضح ہو جاتی ہے کہ وہابیت بدل پر مخالفت تو بہت تھا۔ "مشی مشرک" نامی دوسری بھی۔ اور ابوالکلام نے جواب بھی اپنے ابتدائی دور میں دیا۔ بعد میں ایک تو مولانا

خیر الدین کے معترضین اور ابوالکلام مذہب و مسلک کے لحاظ سے ایک رہنے دوسرے نہیں سیاست اور ہندو مسلم اتحاد کے لیے ان کی مساعی نے والد کی طرف سے بڑا کئی اور خیریت پر مائل رکھا۔ یوں تو اب تک ابوالکلامی خطرات ان کے والد کے بارے میں گلوں گلوں انداز سے باز نہیں آتے (اور ابوالکلام نے اپنے والد کے خلاف زبان بڑا زخموں سے صحت و صواب کے لیے رشتے قائم کیے) مثلاً سعید احمد اکبر آبادی نے آزاد کے فیور اور خود دار ہونے کا ذکر کرتے ہوئے ”مہربان“ دہلی میں لکھا کہ انھوں نے (والد مرموم کی) گفتگو ان فراشی کو جو کٹر و رانجیں کیا وہ ان کا اس (ارغیہ سے بلا کسی محنت و مشقت کے لاکھوں کا سکتے اور ایک وسیع و متول طبقہ کے مرشد و روحانی بن سکتے تھے۔“ (۸۰) مولانا امین احسن اصلاحی کے ایک مضمون سے معلوم ہوا کہ مہاراجہ ودی نے مولانا خیر الدین کے بارے میں لکھا تھا کہ ”وہ کوئی بڑے عالم نہیں تھے بلکہ مسہر و مہن رکھنے والے اور پختی آدمی تھے۔“ (۸۱)

عید التہا کبریا کی بات اس حد تک درست ہے کہ ابو اکلام اپنے والد کے مذکور
مسک سے ہٹ گئے بلکہ اس کے مخالف ہو گئے لیکن عبدالوحید خاں کہتے ہیں کہ ان کا مزاج
پیرزادوں ولایتی رہا۔ "ووائیک پیرزادو تھے۔ آنکھ کوئی تو بڑا رمل مرچوں کو پیچ پڑتے پایو۔۔۔
چند ان کو یہ طریق قدم بوی اچھا معصوم نہ موند تھی نہیں عقیدت مندوں نے نوم سے ان کے اندر
نظری طور پر امامت اور قیادت کا جذبہ بچپن سے پیدا کر دیا تھا۔ "انسا ولا غیری" ان کا شیوہ تھا
اور اپنے زعم و چدار میں اپنی راوک تعین ان کی فطرت بن گئی تھی۔ انھوں نے اپنے مشائخ خطوط
اور تصانیف میں اپنی زندگی کے اس پہلو پر کافی روشنی ڈالی ہے۔" (۸۶) اور جہاں تک میری
مریدی کا تعلق ہے اس کے متعلق سید ابوالحسن علی ندوی کی رائے سے اختلاف شاید کسی کے لیے بھی
مشکل نہ ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ "یہ تو سب جانتے ہیں کہ وہ (ابوالاکلام) میریوں کے خاندان کے افراد
تھے لیکن یہ بات نرمی ان کو ان کو صوم ہے۔ وہ خوردیز سے بلند پایہ بزرگ تھے اور باقاعدہ بیست حجرو
کرتے تھے۔ البتہ ان سے بیعت کا شرف بہت کم لوگوں کو حاصل ہوا۔" (۸۳)

ایہ قارئین محترم مراد الکلام کے سامنے "عالمی اشیاء" کا نقشہ ملتا ہے۔ (۸۳)

٥٥
أعلان الحق

التحسین مؤلف اس رسالہ سے خاصاً آزاد کو کسی خاص شخص کا رد منظور نہیں ہے بلکہ صرف اہل انصاف کی آگاہی مقصود ہے۔ جن میں اہل خیر الدین صاحب کے متعلق جی لکھنے پر بے انتہاء تہنیتی تحریروں میں زور و شور سے کیے ہیں اور وہ وہ سخت الفاظ مولانا کی شان میں لکھے ہیں جو علم کی شان سے بعید ہیں شر الدین کے نام سے تو مولانا خلیفہ میں یاد کیے جاتے ہیں۔ اور یقیناً ان صلب شتم آئینہ انصاف کے جوہر سالوں میں اور اشتہاروں میں لکھے ہیں کچھ حقیقت نہیں بقسطا کی نظر پر خود معلوم کر لیں گے کہ میں نے تمام تحریروں کو کسی ایک لفظ بھی کسی خاص شخص کا نام نہ کر یا جملہ یا کتا یا کتا نہیں لکھا ہے۔ بلکہ ہر مقام میں تہذیب کو طوطا رکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کبھی میری یا مولانا کی زبان سے کوئی جملہ صلب شتم آئینہ خلیفہ کی شان میں نہیں نکلے گا۔ مولانا کی تہذیب تو قابل ملاحظہ ہے کہ مخالفین کے رد میں اور درج الدرد البہیدہ کی تائید میں حفظ المتیق لکھی تو معترضین کا نام بھی نہیں لکھا کمال بخفی علی المناظر۔ اس کے سوا ذاتیات سے بحث جیسی خود ہماری مخالفت جماعت میں واقع ہوتی ہے، اس تحریر میں نہیں کیا گئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ علانی بحث میں اور اعتراضات اور انتہات کا رد جو مولانا پر کیے ہیں شائع کیا جائے گا اور دکھایا جائے گا کہ ہمارے معترضین خلیفہ نے کن کن پیچیدہ طریقوں سے اعتراضات کیے ہیں۔

خدا کی اس آواز کو سنتے رہنا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَنَحْيٰكَ حَقًّا وَاَسْرَقْنَا اَتْبَاعَهُ وَاَرَيْنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَمْرًا حَقًّا

اجتناباً

آج کی زبان میں عجیب عجیب پر آشوب فتنے ٹھکانے ہیں، طرح طرح کے شگونے چھوڑتے ہیں مسائل کا سدھ اور عقائد کا سدھ کی اس قدر عام شہرت ہے کہ ہر خواندہ ناخواندہ مجتہد وقت اور امام ہے، عجب دور ہے، فرقہ طور ہے۔ نئے نئے گل پھول ہیں، لوگ اپنی پرانی وراثت بھولے ہیں، دین میں قسم قسم کے جھگڑے نکالتے ہیں، اسلام میں فساد کے رخنے ڈالتے ہیں، تعصب کی گھٹا چاروں طرف چھائی ہوئی ہے، جہالت کا طوفان جوش زن ہے، ایک لکھا تیر چھٹا فصل مشابوے دوسرا دھرتی لٹا کے نشہ میں چر رہا ہے، ایک اچھے کو برا برے کو اچھا بتاتا ہے دوسرا نام آوری اور شہرت کے لیے مذہب پر چھری پھیرتا ہے۔ ایک نے تمام جہان کو مشرک و بدعتی قرار دیا ہے۔ دوسرے نے تمام کتب فقہیہ کو فانی نہیاں پر رکھ کر نئی تحقیق اور نئے اجتہاد کا سبق یاد کیا ہے۔ ایک صاحب فقہ پر تیسرے کی بیعت ہیں دوسرے صوفیہ کرام کو برا بھلا سنا رہے ہیں علما نے ہٹ دھرمی اور شہرت اپنا اصول قرار دیا ہے، جہلاء نے اعداد و عددی تقلید اور وہم و تخفیف کو اپنا مذہب سمجھ لیا ہے اور بایں ہمہ لطف یہ کہ حضرات غیر مقلدین تو آئے، دن و رات سے اختلاف کرتے چلے گئے۔ اب حضرات حنفیہ بھی اپنی نام تواری اور شہرت کے لیے ان مسائل سے جو عند الفقہاء مسلم ہیں اور جن کے ثبوت سے تمام فقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں، اختلاف کرتے ہیں اور جو کچھ حجت میں آتا ہے کھڑکے

نہی کر دیتے ہیں۔ گو جہاں اہل حق سے معقول ہوتے ہیں، لیکن ان کے اعتقاد کا اثر عوام پر بہت ہی بڑا پڑتا ہے۔ بہت سے بے علم جاہل ان پر اعتماد کر کے دامن فریب میں پھنس جاتے ہیں اور تنہا اس کا یہ ہوتا ہے کہ پیٹھے بٹھائے گز رہے ہو جائے ہیں۔ چنانچہ کلکتہ میں تقریباً بارہ سال سے حضرت مجمع الفضائل مولانا محمد قاری صاحب مدنی مدظلہ یومی مصنف محمد المبین لوجہ الشیاطین عشر جلدات درج البرہہ و حفظ المتیین وغیرہ کتب کثیرہ مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ تشریف فرما ہیں، آپ کے وجود سے ہزاروں مستفید ہوئے سیکرڈل اپنی مزدوں میں کامیاب ہوئے، کھانا ادا آیا، ہزاروں حنفیہ اور مرید ہو گئے۔ تمام شہر میں مولانا کا طوطی اولیٰ تھا، یہ تھیں دیکھ کر حضرات علما سے کلکتہ بہت بڑی تحریک طبعیت ایک مخالفت پائی، ایسی اغتیار کرتے رہے کہ ہر روز جمعے اور منصف ذریعے سے مولانا مدظلہ سے اختلاف کرنا شروع کر دیا، کسی وقت دیکھے تو ایک لبا پورا فتویٰ جس پر کالی کالی مہر میں جو مقبول کے میاں ہی غلبہ پرواز میں، گلی کوچہ میں گشت کر رہا ہے۔ میں یہ کیا رہا؟ اچھی ذکر شہادت کو نہ لانے بدعتی مشرک ہے، چونکہ مولانا نے ذکر شہادت بیان کیا ہے۔ ہندو یہ مشرک ہیں، خیر کچھ دنوں بعد ایک سالہ چار و قی شائع ہو رہا ہے، مسجدوں کے دروازے پر لٹ رہا ہے، یہ کیا؟ یعنی یہ کہ مولانا کا فتویٰ میں۔ الغرض مختلف ذرائع سے مختلف لفظ کی گئی۔

جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر آٹھ نو سال سے (تقریباً) مولانا نے دین، دلائل، ماہ رمضان، اور عید کے باب سے میں اختلاف کر پیٹھے اور اپنی دی بے پروائی سمجھوں کے موافق چھاپ کر شائع کر دیا۔ اب عوام بھی اسے انھیں خبر نہ ہو، کچھ کراہتیں کی تقلید کرتے گئے اور میں عید کے دن کہ روزہ حرام ہے روزہ رکھنے لگے۔

یہ حال پر ملاں دیکھ کر یہ تو ممکن نہ تھا کہ جان بوجھ کر کھڑے میں گر کر ناچار
 علقہ قلعے کے میدان میں نماز عیدین پڑھنی شروع کر دی جہاں تک ممکن تھا پہلے
 پہلے سجھایا بوجھایا جب دیکھا کہ پھر یہ جو تک نہیں لگتی سکوت اختیار کیا رکھت
 عَمَلٌ صَدَاقًا فَلْيَنْصِبْكُمْ وَكُنْتُ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ لَكُمْ L
 مگر یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے معزز خانی خاں نے اپنے اشرہ پاروں میں اور
 رسالوں میں اپنی مختلف تقریروں میں چھاپنا کہنا شروع کر دیا کہ مولانا اپنے
 کشف اور نجوم اور دل پر اعتبار کرتے ہیں اور حکم روزہ اور عید کی حساب لیتے ہیں
 غالباً اس کہنے سے بغرض ٹھونڈ ہے کہ درود کے علماء جو اصل واقعے سے بے خبر
 ہیں مولانا سے بدگمان ہو جائیں۔ اس لیے میرزا زبدہ کھانا کس ہمارے میں یک رسالہ
 شائع کیا جائے جس میں اول تو کوہ فاع کیا جائے اور پھر جن امور میں خدایان
 ہے ان پر بحث کر کے دودھ کا دودھ پانی کا پانی باطل کو حق سے جدا کیا جائے مگر
 آج تک اس کی نوبت نہ آئی۔ چونکہ گزشتہ سال مسجدنا خدا میں بالائے دست
 قبل العصر ایک عابد زابد مولوی صاحب کرم معظم سے اس بارے میں گفتگو ہوئی
 ہے اور حقیقت کی وجہ سے میں اپنے دلائل پیش نہیں کر سکا۔ ہیں وجہ مختصر
 رسالہ جامع تحریر کر کے انصاف کا امیدوار ہوتا ہوں مجھے امید تو یہ ہے کہ ہمارے
 معزز خانی خاں علماء کلکتہ چشم انصاف سے ملاحظہ فرما کر راجح کے جو یاں
 پوریاں ہوں گے۔

وہہنا الشرح بالہ قصود و ما و فیتی الا بالہ الودود۔

خانی خاں کا یہ اعتراض کہ مولانا اپنے کشف و نجوم کے اعتبار پر حکم عید و
 عیدام فرماتے ہیں اس کا رد۔ اور ثبوت میں ایک چشم دین حال کا واقعہ۔

نظر میں مولانا پر محمدی راہنمائی کے ایک اہتمام کیا جاتا ہے کہ اپنے کشف
 اور نجوم کے اعتبار پر حکم عید و عیدام فرمایا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات خلاف شرع ہے
 کیونکہ شرع کی باتوں میں نجوم اور کشف کو کیا دخل۔ میں یہ بات عرض خلاف ہے
 اور اکثر واقعات ان کے خلاف صریح طور سے شہادت پیش کرتے ہیں۔

راجب سے مولانا مسجد روزہ اور عید رکھنے اور کرنے کے آج تک کبھی ایسا اتفاق
 نہیں ہوا کہ بلا کسی دلیل کے مولانا نے حکم صادر فرمایا ہو۔ جب فرمایا تو مستواً و خطواً
 درمات اور گواہی وغیرہ معتبر دلائل پر اور اس سے تمام اہل حکمت واقف ہیں چنانچہ
 مولانا نے اکثر خط و طبر میں سرسید دکھائے ہیں اور گواہ شاہد پیش کیے ہیں جس سے کوئی
 اہل انصاف انکار نہیں کر سکتا۔

۱۸۸۱ ایک سال کا واقعہ ہم درج کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح طور سے متحقق ہو
 گی، وہ یہ ہے۔ کہ ایک تارنیاب حاجی عبدالرزاق صاحب کے پاس جو کلکتہ کے ایک
 معزز تاجر ہیں آیا جس میں تصانیف و کتب سے نو چیزیں لکھا تھا کہ یہاں چاند ہم تلپتی
 آنکھوں سے دیکھا کہ دلیل شرعی ہوتی۔ ہاں یہ لکھا تھا کہ یہاں چاند ہوا۔ یہاں خیر
 ہر گز غور نہ کیا۔ طو سے کہ دلیل معتبر نہیں ہو سکتی۔ اس کے سوا ایک میر صاحب کی
 گواہ تھی۔ چونکہ یہ حکم مولانا کے مسجد میں خیر نہیں ہو سکتی تھی، تدارک گواہ میر صاحب
 مولانا کے پاس آئے۔ مولانا نے فرمایا کہ گواہ کیا کہتا ہے۔ پہلا اس سے استماع
 کرتے چلیے۔ میر صاحب نے ارشاد کیا کہ میں آج شام کو مرشد آباد سے آ رہا تھا ہوگی
 کے قبل ہی دہلی میں ایک بوڑھی غائبانہ بیٹی ہوئی تھی۔ وہ لگی کہیں کہ دیکھنا
 میر صاحب! یہ چاند نظر آرہا ہے۔ جناب میں نے جو نظر اٹھا کے دیکھا تو فی الواقع
 ناک کی سیدہ چاند کے گلاب تھا۔ مولانا نے دریافت فرمایا کہ حضرت ابڑھی تھا۔

کہنے لگے کہ نہیں صاحب مطلع صاف تھا۔ مولانا نے تعجباً فرمایا کہ میں میر صاحب ہو گئی جو یہاں سے بہت ہی قریب ہے وہاں تو بالکل مطلع صاف ہو۔ اور یہاں کلکتہ میں عصر سے اب رہا۔ اخیر جب تاریکی نسبت آئی، تو اس میں ہم اوروں سے لکھا تھا اس لیے اس پر شرعی عمل درآمد ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ الغرض مولانا نے حکم عید صادر نہیں فرمایا۔ اتفاقاً جناب عید الفطر میں عطا صاحب بھی تشریف فرما تھے وہ میر صاحب سے فرماتے تھے کہ میر صاحب اس قدر کذب گوئی، ابھی تو آپ پانچ بجے میری دوکان پر لکھنؤ کے خرپرے خرید رہے تھے، اور پانچ بجے چھتک آپ مرشد آباد بھی چلے گئے اور وہاں سے ازراہ ہو گئی تشریف فرما بھی ہو گئے۔ اُسُکُتُ اُسُکُتُ یَا اَیُّهَا الْکُفَّانُ اب، اُسُکُتُ اُسُکُتُ یَا اَیُّهَا الْکُفَّانُ میر صاحب تو وہاں سے چلتے ہوئے۔ لیکن دوسرے دن جب معتبر گواہیاں آئیں مولانا نے حکم اظہار عصر کے قریب فرمایا۔ اس واقعے سے تمام حدیث و واقعات اب جا کے غور ہے کہ اگر مولانا کو اپنے کشفنا اور نجوم پر حکم صادر فرمانا ہوتا، تو نجوم کے حساب سے تو ضرور اس روز عید ہوتی تھی۔ تاہم اگر وہ میر صاحب کا بہانہ موجود تھا، تو حکم صادر نہ فرمادیتے۔ مگر نکلن کو محض شرعی اعتبار رکھا تھا۔ اور عمل درآمد بھی عین ظاہری شرع پر تھا۔ ہرگز حکم عید نہیں فرمایا یا قانع ہوا یا اولی الا لیا ب ان ہذا شئی عجیب۔ ان دلائل سے یہ محال ہے کہ عید ہو۔ کہ نجوم پر حکم فرماتے ہیں عباد صحت و سرا ہو گیا۔ اب ہم عملی بحث پر آتے ہیں۔ کہ جناب مولانا اور حضرات مخالفین علماء کلکتہ میں جہاں تک عید کیا گیا صرف ان امور میں اختلاف ہے۔

(۱) مولانا فرماتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں مشرق سے گواہی

یا غیر معتبر چاند کی اگر مشرب ہیں۔ پہنچے تو مشرب والے اس پر اعتبار کریں اور روزہ رکھیں، عید کریں۔ لیکن معزز مخالفین فرماتے ہیں کہ نہیں جب تک ہم اپنی آنکھوں سے کلکتہ میں چاند نہیں دیکھیں گے، تب تک نہ روزہ رکھیں گے، اور نہ عید برپا اعتبار گواہی وغیرہ معتبر نہایت۔

(۲) مخالفین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حدیث شریفہ میں آیا ہے۔ صوموا لرؤیتہ وافطروا لذبتہ

(۳) بعض مخالف حیوراء اختلاف متعارف کے نہ معتبر ہونے کے اگر قائل بھی ہو جاتے ہیں تو پھر مشکل پیش کرتے ہیں کہ عید کی خبر شرب پھر میں کسی گواہ سے پہنچ نہیں سکتی۔ سوائے تار کے اور تار کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کفار کے ذریعے سے آتا ہے۔

حضرات ناظرین! یہ تین بحثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معرکہ الاراء بحث ہے اور اس لائق ہے کہ اس کو نہایت حواالت کے ساتھ مع مالہ و ما علیہ تفصیلاً لکھا جائے لیکن چونکہ مجھے مردست صرف اہل انصاف کی آگاہی کے لیے مختصر تحریر کرنا ہے، اس لیے نہایت مختصر طور سے پیش کرتا ہوں۔ والعاقل تکفیتہ الا شاسرۃ۔

پہلی بحث اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کی پہلا اختلاف مولانا و علماء کلکتہ کا ہے

کہ اختلاف مطالع کے سبب سے اور ملکوں کے رخ کا اعتبار نہیں، اگرچہ یہ بحث طویل طلب ہے لیکن جہاں تک ہم سے ممکن ہو گا ہم اختصار کے ساتھ تحریر کریں گے۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ علماء کلکتہ کا یہ نوکھ مسئلہ جس سے

اور علماء کے کان نا آستنا ہوں گے، خدا چاہے کس کتاب میں لکھا ہے آج
ہندوستان میں متون و حواشی، مروجہ فتاویٰ ہر قسم کی کتابوں کا کافی
سرما یہ مطبوعہ غیر مطبوعہ موجود ہے۔ کوئی شخص لعلیہ صاحب ہم کو یہ انوکھا
مسئلہ کہ سید اشرف مطابع اور ملکوں کا اختیار نہیں، کسی کتاب معتبر
میں دیکھا دیں۔ تمام کتب فقہ میں صاف اور سبے مثالیں دیکھ لیں کہ
اختلاف اور لغو کا رمضان المبارک میں اختیار نہیں ہے۔ ہرگز نہیں ہے اگر
مغرب والوں نے یکشنبہ کے دن چاند دیکھا۔ اور مشرق والوں نے دو شنبہ
کو۔ تو جب شرقیوں کو غریبوں کے پاس سے یکشنبہ کی خبر ہو جائے اور وہ خبر
معتبر شرعی ہو۔ تو انھیں چاہیے کہ روزہ قضا کریں اور اگر یکشنبہ ہی کے دن
خبر ہو جائے تو انھیں یعنی مشرقیوں کو یکشنبہ ہی سے روزہ رکھنا چاہیے اور
اسی کے حساب سے اظہار کرنا چاہیے۔

الفرق اختلاف سلطان کا کچھ اعتبار نہیں ہے جس مقام پر گوشت ^{المشقلین}
ہو پہلا روزہ ہو اس کا اعتبار ہے اور ایسا ہی تمام معتبر کتب فقہ میں
بالفصل لکھا ہے۔

اب ہم دس حقیر فقہ کی کتابوں سے عبارتیں نقل کیے گئے ہیں جو فی زمانہ
معروف اور مشہور ہیں۔ اور ہر جگہ میسر ہو سکتی ہیں۔ اور جن میں صاف طور پر
یہ مسئلہ تقریباً چشم انداز سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) فیلزم اهل المشرق بروية اهل المغرب، اذا ثبت ^{عندهم}
روية اولئك بطريق من وجب الادرا المختار

(۲) يلزم اهل المشرق بروية اهل المغرب في ضاهر

امن هيب وعليه الفتوى كذا في الخلاصة (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۳) "اذا ثبت الهلال في بلدة لم يلزم سائر الناس في ضاهر
الرواية وعليه الفتوى وهو قول اكثر المشائخ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۵) "الا عبرت باختلاف المطالع وعليه كثير من متون
المعتبرة كصاحب الكنف (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

وهذا ظاهر الشريعة (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۶) "قوله احوط (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۱۰) "لَا بَدَلَ لِّلْاِخْتِلَافِ الْمَطَالِمِ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ وَغَلِيظِ
فَتْوَى زَايٍ قَوْلِهِ: اَوْ رَأَى هَلَالَ رَمَضَانَ اَهْلِي مَغْرِبٍ يَجِبُ
الصَّوْمُ اَهْلِي مَشْرِقٍ" (عالم گیری)

(۱۱) صاحب در المختار نے تو صافات فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ اور اس بارے
میں اس نے ایک رسالہ لکھا ہے کہ اختلاف المطالیم کا کچھ اعتبار نہیں
ہے۔ ہم غلامہ الی غابرین صاحب در مختار کی پوری عبارت چونکہ غلط
ہے نقل نہیں کر سکتے در المختار میں دیکھ لینا چاہیے۔ (مرتبہ مصر صفحہ ۱۵)
تہ لہ علی ظاہر المذہب اعلیٰ ان نفس اختلاف المطالیم

لا نزاع فیہ یعنی انہ قد یکون بین البلدین بعد الخ
اب ہم نے گیارہ کتب معتبرہ فقہ سے جیسے در المختار مراقی الفلاح، جامع
الرموز، غلادوی، عالم گیری وغیرہ جن سے فی زمانہ مجتہدین کو روکوئی معتبر کتاب
موجود نہیں ہے عبارات نقل کر سکیے ہیں جن میں صافات طور سے لکھا ہے
الاختلاف المطالیم قبل ان یصل اهل المشرق جزو روایت
الماضیہ جن سے کوئی شخص اسکا راہ نہیں کر سکتا اور اس کے ساتھ تمام متون
شرح میں لکھا ہے کہ غلیظ فتویٰ فی ظاہر الروایۃ تہ۔ غلیظ کثیرا
عن متون المعتبرۃ۔ آپ اگر اس پر بھی کوئی غمانے اور برسی نہ کی
ایک بارہ کہ جائے تورو تصنیف اور تقلید میں نفس نہیں ہے نہ کیسے؟
الغرض ان تمام عبارات بالاساتہ یہ بات متحقق ہو گئی کہ اختلاف
مطالیم کا اعتبار نہیں ہے۔ جہاں پہلے روایت ہو اسی کا اعتبار ہے اور اگر
تہ مشہوروں کو اعتبار اور عمل کرنا چاہیے، اگر یہ بعد المشرقین ہو۔

دوسری بحث | حدیث صومہ الشریۃ و افطرہ الرویۃ پر
اور اس بات کا ثبوت کہ یہاں روایت سے مراد علم الیقین ہے۔ اور اس پر
قرآنی دلائل

ابہام کو اس حدیث اور ہم معنی ازہر روایتوں پر بحث کرنی باقی ہے
کیونکہ جب علماء کلکتہ اس صورت میں عاجز ہو جاتے ہیں، تو پھر مسلم کی
یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ "صومہ الشریۃ و افطرہ الرویۃ"
ترجمہ۔ اے لوگو! روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور اسی طرح افطار کرو یعنی عید کرو چاند
دیکھ کر الحدیث کہیں۔ اس سے ہماری مخالفت ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ۔
یہاں روایت کا لفظ آیا ہے جس کے معنی میں دیکھنے کے۔ تو پھر جب تک ہم اپنی
دونوں آنکھوں سے ناک کی سیدھ چاند نہ دیکھیں روزہ اور افطار نہ کریں گے
پس، اختیار گواہی و خبر متواترہ نیست۔ لیکن انوس ہے، اور سخت انوس
ہے کہ حضرت محمدؐ کلکتہ کہ جس کی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ پڑھنے اور پڑھانے
میں صرف ہو چکا ہے ایک حدیث پر غور نہیں فرماتے اور ذرا فحش کی کتابوں کو
کھول کر انہیں دیکھتے جن میں صافات طور سے لکھا ہے کہ "یہاں روایت سے
مراد علم الیقین ہے"

خیر تو اس حدیث کی علماء نے دو طور سے تفسیر کی ہے۔ اول یہ کہ
یہاں روایت کے معنی علم الیقین کے ہیں۔ جب تک فی مضمون ہو جائے کہ فلاں
مقام میں "سرفیت" ہوئی ہے۔ تو گو یا اس کو روایت ہو گئی اور اب اس کو
اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اور یہ عرب کا قاعدہ ہے کہ جس مقدم پر سے سہارہ
کو علم الیقین حاصل ہو جائے تو اس مقام پر روایت کا لفظ "قائل مستقل"

کتاب ہے، اور ہم کلام عربی اس کی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ مگر اس وقت میں اسی دلیل پر نظر کر سکتے ہیں کہ اس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا یعنی قرآن شریف میں بھی تین موقعوں پر اللہ جل شانہ نے اسی طرح علم یقین کے موقع پر روایت کا لفظ فرمایا ہے۔ اگر وہاں روایت کے معنی علم یقین کے نہ لیے جائیں تو معنی ہی ہو جائیں۔ اور کسی مفسر نے یہی معنی دیکھنے کے نہیں لیے ہیں اور کیسے ہیں جبکہ معنی ہی خط ہو جائیں، اب وہ آیتیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ سورہ الصافات کے دوسرے رکوع کے اوّل و آخر میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اے پروردگار! رہب لیٰ ہیت الصالحین یعنی جو ایک نیرتہ صراح خطا فرما۔ اللہ تعالیٰ جلا جلا سے انہیں بکھڑا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں کہ قال یا بخی ائی اری فی المنام ائی اذبحک فانظر فاذا انزی ترجمہ۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں جیسے تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم بھی ذرا سوچو کہ بہتاری رائے میں کیا آتا ہے۔

اب جائے غور ہے۔ کہ اس آیت میں فانظر فاذا انزی آیا ہے۔ اب اگر یہاں بقول علماء کلکتہ روایت کے معنی ”دیکھنے“ کے لیے جائیں تو یہ معنی خط ہوں گے کہ ”میں دیکھ تو کہ کیا دیکھتا ہے تو“ اور یہ کسی مفسر نے نہیں لیا۔ اور نہ تو کہو نہ کہ جب کہ معنی ہی سرے سے ”خطا“ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو حضرت یحییٰ علیہ السلام سے استغوا اب رائے فرماتے تھے۔ پھر ان کا ہنا کہ پس دیکھ تو کہ کیا دیکھتا ہے تو“ یعنی چہ؟ ”ہیں اس آیت میں بھی وہی روایت“

کے مجازی“ معنی لیے گئے ہیں۔ فافہم۔

(۲) سورہ ”فجر“ کے پہلے رکوع میں ہے۔

”اَنْتُمْ تَرْكِبُ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادِ اِرْثَمَ ذَاتِ الْاَلْحِ وَالَّتِي كُنَّ يَحْتَلِبْنَ فِي الْاَلْبَادِ“ ترجمہ۔ اے میرے حبیب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے قوم ”عاد“ کے ساتھ کیا کیا روادہ ارم صاحب ستون کے ایسے تھے کہ جس کے مانند کسی شہر میں ہم نے پیدا نہیں کیے۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے علم یقین کے موقع میں وہی ”رای“ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے لکھا فَعَلَ

رم سورہ ”فیل“ میں ارشاد ہوتا ہے۔

”اَنْتُمْ تَرْكِبُ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ۚ اَلَمْ تَجْعَلْ لِّهِمْ فِيْ تَضْلِيلٍ ۚ وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيلَ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ يَّتِيمَةٍ فَعَلَهُمْ قَتْلًا مُّكْرًا“

ترجمہ۔ اے میرے حبیب! گنہگاروں کے حبیب! کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ تمھارے پروردگار نے پاکھی دانوں کے ساتھ کیا سسوک کیا، کیا اس نے ان کے تمام فریب نہیں توڑے ہیں، بیشک توڑے اور ان پر غول پرند بھیجے جو ان پر سنگسار (طاہر کرتے والی) پھینکتے تھے اور ان کو کھلے ہوئے بھس کی مانند کر دیا۔

ما ظہر من۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اس سورہ میں بھی اللہ جل شانہ نے ”تو“ ارشاد کیا ہے جس کے معنی یہ ہونا چاہئے کہ ”کیا نہیں دیکھا تو نے“ واقعہ صحتِ قبل کا۔ حالانکہ جناب سول اکرمؐ تو اس واقعہ کو دیکھ نہیں رہے تھے۔ اور نہ دیکھ سکتے تھے

کیونکہ یہ واقعہ آپ کے کئی سال قبل کے مفسر میں ہو چکا تھا۔ مگر جناب باری نے
 "سنو" کا لفظ ارشاد فرمایا۔ اب ذرا ہمارے علماء میں "ارشاد فرمایا" کہ یہاں یہ لکھنا
 کیوں ارشاد ہوا؟ اس پر اس وی مجازی معنی "علم یقین" کے ہیں کہ کیا نہیں
 معلوم تم کو میرے صاحب "کیونکہ" قائل جانتا ہے کہ مجھ پر مدامعہ "کو یقین
 کامل ہے۔ اس لیے وہ نہ ان سوویت جس کے معنی مجازی علم یقین کے ہیں
 استعانت کرتا ہے کہ لا یخفی علی المناہل، فاعتبروا آیات اللہ لعلکم
 اہل تینوں آیتوں سے یہ بات تحقیق ہوگی کہ بعض مقام میں "رویت" کا
 حصول علم یقین پر بھی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ پس اس حدیث زیر بحث خصوصاً
 لرویتہ و افعلوا لرویتہ میں رویت کے یہی معنی تحقیقین نے لیے ہیں اور اس
 بنا پر صاف لکھ دیا کہ "لا عبور لا اختلاف المطالعہ علیہ الفتوے۔
 اور یہ کچھ ہم نے لکھا ہے کچھ مجازی ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ اور تحقیقین کی بھی یہ رائے
 ہے اور اس کے بھی معنی ایسے ہیں۔ اگرچہ ہم کو کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں ہے جب
 نفس بیان صحیح ہے اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن مزید اطمینان
 کے لیے ہم لکھے دیتے ہیں۔

یہ کتاب "تبیون البصائر" جو ایک معتبر اور مشہور و معروف کتاب ہے
 اس میں لکھا ہے کہ حدیث "صوموا لرویتہ و افعلوا لرویتہ" میں رویت
 سے مراد حصول علم یقین غالب ہے۔ ہے پھر مثال دی ہے کہ ایک شخص نے
 اپنی منکوحہ عورت کو بائیں اٹھانے لگا دی کہ "ان رایت الہلال فانت
 حلال" یعنی اگر تو نے چاند دیکھا تو حق پر ہلائی۔ اب جب چاند رات آئی تو
 وہ عورت مکیں میں چھپ چکی کہ میں چاند نہ دیکھنے پاؤں تاکہ حلال نہ رہا
 ہے

و کہ فالحق نے "رایت الہلال" کی قید لگائی ہے۔ لیکن کسی شخص نے چکر
 دیا کہ یہ "یہ آپ کہیں بھیجی ہیں" الیٰی فی صاحب چاند ہو گیا۔ "انہم انہی
 کہ حلال پر گئی" کیونکہ "حلال" نے "رایت الہلال" کی قید لگائی ہے۔ اور جبکہ
 عورت کو علم یقین ہو گیا۔ تو اس کے لیے "رویت" ہو گئی۔ انہی شخصوں۔
 وہ اور اس جواب میں علماء تحقیقین نے یہ بات کہ اس حدیث زیر بحث خصوصاً
 لرویتہ الخ میں بالعموم خطاب ہے۔ رویت شرط ہے چاند کے شرع میں ہو یا مغرب
 میں ہو۔ جہاں پہنچے ہیں اس پر بشرطہ غیر معتبر شرعی تمام عمل کریں۔ ہاں اگر رسول اللہ
 روحتی قد اکایوں ارشاد فرماتے کہ "صوموا لرویتہ و افعلوا
 لرویتہ" یعنی روزہ رکھو تم اپنے شہر کا چاند دیکھ کر اور کسی کے منظر
 کو تم اپنے شہر کا چاند دیکھ کر تو بلا شبہ ہر ایک شہر کی رویت کی اپنے لیے تنبیہ
 ہو جاتی جب عام طور سے ارشاد فرمایا ہے۔ تو تخصیص کیونکر ہو سکتی ہے؟
 الغرض حدیث زیر بحث میں رویت سے دیکھنے کے معنی ہرگز نہیں ہیں
 اس کے معنی خالص۔ یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور اہل تحقیق
 کی بھی یہی رائے ہے۔ اس حدیث سے ہمارے مخالفین اپنے مسئلے پر
 استدلال ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ ہمارے لیے دلیل قوی ہے اور ان کے
 مدعا کے خلاف ہے۔ قال حمول مدظلہ۔

تیسری بحث | اس بارے میں کہ تار کی خبر معتبر ہے یا نہیں اور
 اس بات کا ثبوت کہ کافر سے معاملات کے ضمن جو بات متعلق دینیات
 معلوم ہو وہ عند الفقہاء معتبر ہے۔
 اب تیسری بحث تار کے متعلق ہے اور یہ ایک بڑی حاکمۃ الذرا بحث ہے جو

چونکہ قول منظور نہیں ہے۔ اس لیے ہم نہایت اختصار کے ساتھ لکھیں گے اس بارے میں ہم نے ایک خاص تحریر لکھی ہے جو عنقریب شائع ہوگی حضرت
 علیہ السلام انت حقیق ذلہ وجہ الیہ۔

بات یہ ہے کہ آنجل تار نے یہ ترقی کی ہے کہ شاد و نادر ہی کوئی شہر اور
 قصبہ اس "مفتیہ محکمہ" سے محروم رہا ہو۔ ایک نہیں سیکڑوں دینی
 اور دنیوی کام اس پر موقوف ہیں۔ یہ ایک ضروری ہجرت مسئلہ ہے پس
 اگر اس پر اعتبار نہ کیا جائے اور کیونکر نہ کیا جائے تو تمام کابینہ پارلیمانی

ہو جائیں۔ اس لیے مختصر طور سے اس کے "معتبر" ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہوں
 آنجل بہتیرے ایسے مسئلے ہیں جو زمین کی ترقی سے پیدا ہو گئے ہیں اور سلف میں
 مطلقاً نہ تھے اور اس لیے اس کے معتبر ہونے کے بیان سے کتب سلف یا نکل
 خالی ہیں، تو پھر اگر ان پر بحث کی جائے تو کیونکر؟ پس اس کی یہ صورت ہے کہ ان کو
 اور مسئلوں پر قیاس کر کے اصول فقہ سے چھان بین کر کے نکالا جائے پس اسی
 طرح یہ تار کا مسئلہ ہے کہ جسے ایجاد ہوئے فقہاء اصرار ہوا ہے۔ اس لیے کتب
 فقہ میں اس کی بحث بالکل نہیں ہے۔ تو اب اس کو کسی اور مسئلے پر قیاس کرنا چاہیے
 وغیر ازیں چارہ نیست۔

اب اس کو "مفتی" اور شرع "دو قول سے دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں
 "مفتی" تو اس بات کو مانتی ہی نہیں کہ تار میں جس پر آج تمام ہندوستان لیکہ
 دنیا کا دار و مدار ہے "غلطی" کا احتمال ہو یا جمل کا خوف ہو۔ کیونکہ اگر غلطی او
 جعل کا احتمال ہو تو اتنا کہ رو بہ اس کے نشانہ ہو کر ہو جائے۔ اگر تار میں لکھا ہو
 کہ قتال مکر گیا تو آپ اعتبار کرتے ہیں کہ بیشک مکر گیا، اگر اس میں لکھا ہو کہ قتال

لڑ کا پیدا ہوا تو آپ مان لیتے ہیں۔ اگر لکھا ہو کہ قتال کی شادی ہوئی چٹا ہوا
 چٹیں ہوا تو اس پر آپ عمل درآمد فرماتے ہیں۔ وقتس جلی ھذا پس جویان
 تمام باتوں میں اعتبار کر لیا جاتا ہے اور موقوف نہیں ہوتا اور پھر اس کی اور خبریں
 کیوں ناقابل اعتبار ہوں؟ اور کس طور سے اس پر غلطی کا احتمال ہو؟ جب کہ
 آج تک کبھی غلطی واقع نہیں ہوئی۔ تو عقل کے اقتضا سے تو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔
 باقی رہی شرع، تو اس پر صرف... یہی اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ خبر
 کفار کے ذریعے سے آتی ہے۔ اور کفار کا ایسی خبروں میں اعتبار نہیں۔ تو اس کا
 جواب باصواب یہ ہے کہ:-

بیشک عبادات میں کفار کا قول معتبر نہیں لیکن معاملات میں معتبر ہے
 ورنہ تمام کتب فقہ میں مسطور ہے۔ پس اگر معاملات کے ضمن میں کوئی بات
 متعلق عبادات واقع ہو۔ تو وہ بلا شک معتبر ہے۔ یہ مسئلہ کسی قدر مشا
 طلب ہے۔ اس لیے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کا ایک نوکر کافر
 ہے اور چونکہ معاملات میں کافر کا قول معتبر ہے اس مسلمان آقا نے اس نوکر کافر
 کو کچھ پیسے دیے کہ بامار سے گوشت لادے۔ جب وہ گوشت خرید کر لایا پس آیا
 تو اس نے اپنے مسلمان آقا سے کہا کہ "اعتقویت من مسلم" یعنی یہ گوشت
 میں نے ایک مسلمان سے خریدا ہے اب یہ قول اس کا معاملات سے تعلق رکھتا
 ہے۔ اس لیے مسلمان نے معتبر سمجھا۔ لیکن اس کے ضمن میں یہ بات ثابت ہوئی
 کہ اس نے جب مسلمان سے یہ گوشت خریدا ہے تو لا محالہ اس نے با تسبیح فرمایا
 ہو گا۔ پس یہ بات جو فقہاً معلوم ہوتی ہے۔ عبادات سے تعلق رکھتی ہے مگر وجہ
 مذکور واقع ہونے کے معاملات میں داخل کر کے اس کو معتبر کیا گیا ہے اور شرع

اجازت دیتی ہے کہ وہ گوشت خرید کر دے کافر مرے سے کھالو خصال اور صیب؟
اس مسئلے کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ "تار" معاملات سے تعلق رکھتی ہے۔
اور اس لیے معتبر ہے۔ اور چونکہ اس کے ضمن میں ہم کو یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ
فلاح شہر یا قصبہ میں رویت ہوئی ہے تو اس کو ضرور یا ضرور معتبر سمجھنا چاہیے
کیونکہ وہ معاملات کے ضمن میں واقع ہوئی ہے فائز۔



حضرات ناظرین! ہمارے خواجہ علی، علیہ السلام، جو آج کل مخالفت کے
ڈانکے بجا رہے ہیں، ہماری مخالفت سے قبل خود ہمارے موافق تھے اور در الحقیقت
مالگیری وغیرہ کی بنیادیں اس بارے میں فتویٰ لے چکے ہیں، چونکہ صرف ان کے
حضرت مولانا کی مخالفت منظور تھی، مخالفت کا اعلان کر بیٹھے، چنانچہ سرگودہ
مخالفین جناب قاضی حافظ عبدالشکور صاحب مرحوم صاحب مولوی اپنے رسالہ
"تائید المؤمنین و طہیل رسول زمین" کے آخر میں جو غائب جناب مولوی قادر علی صاحب
کے رد میں لکھا گیا ہے ایک فتویٰ تحریر فرماتے ہیں جو آج کل ہمارے موافق ہے۔
اسے دیکھ کر تعجب آتا ہے ہم اس فتویٰ فارسی کو یہاں پر مع ترجمہ درج کرتے ہیں،
نقل کا الاصل۔

استفسار ویت ہلال رمضان۔ چہ سیرا بنیاد و زمین میں و مفتیان
شرع میں اندر صورت مثلاً در کلکتہ تاجرت و بہم شعبان المعظم رویت
ہلال رمضان المکرم نکشت در شہر فی شد پس بعد از ادارہ شروط شہادت رویت
ہلال ان صاحب ہائی ہزار باب کلکتہ روزہ واجب آید یا نہ چنانچہ مولوی قادر علی

در و غلط خود فرمودہ اند کہ اگر ماہین فائزہ شامزدہ فرسخ باشد کہ ہر فرسخ
روزہ انگریزی سہ ہزار باب کلکتہ روزہ واجب نمی شود و اگر از ان اقل باشد
واجب نہ بود و الاستفسار تحقیق و بکار اربع ہم چہ نکشت۔ بینوا تو حیرا۔
کل شیخ کریم بخش۔

الجواب واعظ مرقوم بالا درین مسئلہ سرا پا را و غلطایمورہ و ذکرہ بجا
آورده است و تیر شامزدہ فرسخ بعضی بے اصل و کمالی خلاف کتب فقہ و بیان
کرده۔ اصح اینست کہ از رویت ہلال اہل مغرب ہزار ادارہ شروط شہادت
رویت ہلال ہزار باب مشرق روزہ واجب شود، کما جاء فی فتاویٰ در
المختار شرح تنویر الاقصار بہزم اہل المشرق برویت اہل
المغرب انہ و ہکذا فی فتاویٰ عالمگیری و لا عبدیة الاختلاف
الاولیٰ فی ما ہوا اشرایہ کما فی فتاویٰ قاضی خان انجمنہی
ہکذا کہ علی کتاب۔ واللہ اعلم بالصواب۔

المجدید

محمد عبد الشکور مرحوم صاحب حنفی حنفی حنفی
فاحاب القاصع الاربی العالم الیہیب اللہ الامون الکتاب فرہو
صحیح بلا امر تیاب من شد فیہ فقد خسرو خاب، واللہ اعلم بالصواب
تسمی العید المذنب لاریحی الی اللہ محمد المذنب یحبہ اللہ حقہ
اللہ و وفقہ بما یحب و یضاه انہ

گویم من ترا این نکتہ بے غیب محمد کان عید اللہ لاریح
الحق و اللہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد و آلہ

والتابعین، لہذا بحسان یوم الدین۔ وبعد فانی وقتت علی ما اجاب
الفاضل الادیب العالم النبیذ لا ینالہ ہذا من الکتاب صحیحہ
لا شک فیہا ولا مریب فی جزاء اللہ عنہا وعن سائر المسلمین خیر
الجزاء ووقتتہا وایاہ لا تقاۃ سنتہ خیر لوری محمد صلعم۔ المراقم
المدنیہ الفقیر المذنب المذنب نوب والفقیر المذنب المذنب ابن جعفر علی
الممد فی عفی اللہ عنہ۔

الجواب صحیح الجواب صحیح

والجیب صحیح کتبنا محمد ابیت اللہ مدرس لاریب فیہ، محمد عبد الرحمن عفی عنہ

الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح

کتبہ محمد حسین علی عفی عنہ لا شک فیہ محمد فیض علی عفی عنہ محمد رمضان عفی عنہ

اس فارسی فتویٰ کا خلاصہ رد و میں تلخ ذیل ہے

بذل رمضان کے واسطے میں استغناء،

علمائے دین اور فضیلتان شرع متین اس صورت میں کیا فرماتے ہیں کہ مثلاً و شعیبا
المعظم کو رویت یہاں نہیں ہوئی مگر شہر دی میں ہوئی پس جس وقت کہ شہادت
معتبر شرعی پہنچ جائے اس وقت اہل کلکتہ پر روزہ واجب ہوا یا نہیں کیونکہ
ایک مولوی صاحب اپنے وعظ میں مولانا فرسخ کی قید لگا کر فرماتے ہیں کہ اگر رسول
فرسخ سے فاصلہ کم ہے تو بے شک اہل کلکتہ پر روزہ واجب ہو سکتا ہے درہ
واجب نہیں ہوتا۔ اور اس پر ان کو بڑا زور ہے، آپ جواب بیان فرمائیے اللہ
تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے گا۔

جواب یہ ہے کہ نا غلط صاحب نے اس مسئلے میں بالکل راہ خط اختیار کی ہے

مولانا فرسخ کی قید غلط اور غلط فقہ ہے۔ بڑی سچی اور صحیح بات یہ ہے کہ مشرق
والوں کی رویت ہلال سے مغرب والوں پر اگر شہادت کے شروط ادا ہوں روزہ
واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ فتاویٰ والمختار میں جو تنویر الایضاد کی شرح ہے لکھا
ہے، اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت سے روزہ لازم آ جاتا ہے اگر ان پر ثابت
ہو جائے اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ اختلاف مطالع کا کچھ اعتبار
نہیں ہے مغرب والے اگر چاہندے کہیں تو بشرط شرط خبر معتبر مشرق والوں پر روزہ
واجب ہو جاتا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

المجیب (جواب دینے والے)

محمد عبدالرشید کو مرزا حنفی عفی عنہ

جو جواب کہ جناب عالم فاضل مولوی عبدالرشید صاحب نے دیا ہے بالکل صحیح ہے

اس میں کچھ شک نہیں جو اس میں شک کرے فقد خسر خاب راقم بند گنہگار

محمد رفیع عبدالرشید۔ بعد حمد وافت واضح ہو کہ جو جواب کہ عالم فاضل مجیب نے دیا ہے

وہ بالکل صحیح اور حق ہے، اس میں کچھ شک نہیں اللہ تعالیٰ جواب دینے والے کو

جزا و خیر عطا فرمائے۔ راقم بندہ گنہگار خطا وار محمد ابن جعفر علی عفی عنہ،

جواب صحیح اور حق ہے، جواب صحیح ہے جواب صحیح ہے، جواب صحیح اور حق ہے

محمد عبدالرحمن عفی عنہ، محمد ابیت اللہ مدرس، محمد حسین علی عفی عنہ محمد فیض علی عفی عنہ

یہ جواب صحیح ہے۔

محمد رمضان عفی عنہ

اب دیکھیے کہ اس فتویٰ میں جناب مرزا صاحب نے صاف لکھ دیا ہے۔

کہ قید ششازہ فرسخ حصن ہے اصل و کمال غلات کتبہ فقہ ہے اور یہی ہمارا

قول ہے کہ مشرق کا مغرب پر اور مغرب کا مشرق پر اعتبار ہے مگر خدا جائے کیا
سبب ہے کہ یہی مولوی مرزا صاحب فی الحیال بھانے مخالفت ہو گئے لیکن ہمیں
ابہر قوی ہے کہ وہ جب غور فرمائیں گے تو ضرور اس انوکھے مسئلے سے رجوع فرمائیں
گے جیسا کہ اہل حق کا ہر بقدر رہا ہے۔ اس مسئلے کے متکررین اور محققین کے لیے اگرچہ
ہم نے کچھ بھی نہیں لکھا اور سوا بے غوری اور ناہمی کے کچھ لکھ ہی نہیں سکتے لیکن
مکرم مولوی محمد عبدالرشید صاحب اس فتویٰ میں چونکہ تخریر کر چکے ہیں اس لیے
ہم نقل انھیں کی عبارت لکھ دیتے ہیں۔ ”ہن نشأ فیہ فقد خسر وخاب“
اب ہم نے اختصار کے ساتھ تازہ کے مسئلے کو اور اس کے قبل اختلاف المطالع کے
غیر معتبر ہونے کے مسئلے کو نہایت عمدگی سے ثابت کر دیا ہے جو ایک منصف شخص
کے لیے کافی اور شافی ہے۔ اگر ہمارے معزز محققین ”چشم انصاف“ سے ملاحظہ فرما
گئے تو بلا شک اپنے مسئلے سے رجوع فرمائیں گے۔ اور سر بنّا ظلمنا النفسنا و
ان لم تغفر لنا وترحمنا کا وظیفہ درد زبان کریں گے ورنہ تعصب نفسا
اور ہٹ دھرمی کے لیے یہ چند سطر تو کیا حقیقت رکھتی ہیں دفتر کے دفتر نا کافی
اور غیر شافی ہیں۔ اللہ ہم اھدنا الصراط المستقیم صراط الدین النجی
علیہم فیہ المعضوب علیہم ولا الضالین۔ آمین۔ یا رب العالمین۔
راقم خادم الطلبة ابو الکلام اسرارہ ثبت اللہ علیہ فرج لا مداد وقعہ اللہ
تجس الاعتراف۔ دہلوی۔ (ارمغان آزاد میں ص ۱۷ تا ۱۸)

مولانا خیر الدین کے مسلک سے ابوالکلام کا انحراف

ابوالکلام اپنے آپ کے سلسلہ علم و ارشاد کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ”فتح گوئی حق پرستی اور
حق استقامت و شوق حق میں سرفروشی و جاہ پسندی اور ضروریات و ثلث و بندگان مال و بہار
کے مقابلے میں بے نیازی و سرگرائی“ کو اپنے اسلاف کا ریشہ قرار دیتے ہیں۔ (۸۳) لیکن ایک تو
پچھلے سلسلہ نسب کو قابل غور کرنا حق کے حق میں نہیں ہیں اور دوسرے ان کی راہوں کے راہی نہ
ہے کو اعرار دیکھتے ہیں۔ ”تذکرہ“ کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ ”الحمد للہ اس تمام عمر میں جو تخریر
ہے ایک لمحہ کے لیے بھی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ نسب فروشی کی دکان آراستہ کر کے تقدیر عزت و
شرف کی جستجو کی جائے۔ انسان کے لیے معیار شرف جو میر ذاتی اور خود حاصل کرو علم و عمل
ہے نہ کہ اسلاف کی روایات پارینہ اور نسب فروشی کا غرور باطل۔ ہم کو ایسا نہ چاہیے کہ ہماری
نسبت سے ہمارے خاندان کو لوگ پچھانیں نہ کہ اپنی عزت کے لیے خاندان کے شرف رفتہ کے
محتاج ہوں۔ ارہاب ہمت نے ہمیشہ اپنی راہ خود نکالی ہے اور عظمت و رفعت کی تعمیر صرف اسی
سامان سے کی ہے جو خود ان کا بنایا ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی انھرتی ترقی اور قدرتی
حقوق کے قیام کے لیے نسب و خاندان کے اعتبار باطل ہے بلکہ گوارا کوئی راہ نہیں ہو سکتی۔ یہی
چیز ہے جو انسان کو اس کی ذاتی قوتوں کے استعمال اور ان کے اثرات سے محروم رکھنا چاہتی ہے اور
اس خلاف فطرت راہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ ایک شخص کو باوجود عدم استحقاق ذاتی مستحق
شرف سمجھا جائے اور دوسرے کو باوجود استحقاق ذاتی محروم کر دیا جائے۔ پس الحمد للہ کہ نہ
اس کی طلب ہے اور نہ اس پر اعتماد اور نہ ناہیوں کے اس غریب عزت اور سراپہ شرف کی
ضرورت۔“ (۸۵)

اصل جامعہ ابوالکلام کے نسب پر انکار کا نہیں بلکہ ان کی راہ سے فرار اور ”روایات
پارینہ“ سے انحراف کا ہے۔ اگر لوگ مولانا خیر الدین اور ان کے بزرگوں کے حوالے سے ابوالکلام
کو پچھانیں تو مذہبی تہجد کا شکار ہونے پر ان کے خلاف بات کرتے۔ ابوالکلام نے آپائی عزت و
شرف پر عدم اعتماد اپنی راہ خود نکالنے اور ذاتی قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے بنانا ہی مسلک اختیار
کرنے کا استحقاق استعمال کرنے کے لیے کیا ہے۔ اگر یہ مولانا خیر الدین سے اپنی نسبی نسبت پر فخر

کرتے تو وہابیہ کے قائل نہ ہوتے کہ ان کے والد نے تو اس موضوع پر دس جلدوں پر مشتمل کتاب "نسخہ المعبین لوجہ المشیاطین" لکھ ڈالی تھی۔ اگر یہ اپنے والد کے علم و بصیرت کے قائل رہتے تو انہیں ایسا کیا ہوا نسخہ لکھنے کا قائل ہونا پڑتا کہ والد نے اس موضوع پر ۶۰ صفحات کی ایک کتاب لکھی تھی۔ اگر یہ والد کے راستے کو حق سمجھتے تو ہندو مسلم اتحاد کو برحق ثابت کرنے کے لیے قرآن و احادیث کے احکام کو تاویلات کے زور سے "جامع الثواب" کی صورت نہ دیتے۔ اور گھر میں کے "شوہرائے" کی حیثیت اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کے لیے علیحدہ ملک کے حصول کے خلاف اپنی ساری "ذاتی قوتیں" استعمال نہ کرتے۔

مولانا خیر الدین کا روایت شکن فرزند

خود ابو الکلام نے لکھا۔ "میں نے جوش سنہا لیتے ہی ایسے بزرگوں کو اپنے سامنے پایا جو عقائد و افکار میں اپنا ایک خاص مسلک رکھتے تھے اور اس میں اس درجہ سخت اور بے چلک تھے کہ بال برابر بھی دھڑا دھڑاتا کفر و زندقہ تصور کرتے تھے۔ میں نے بچپن سے اپنے خاندان (۸۶) کی جو روایتیں سنیں وہ بھی سراسر ایسی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اور میرا دماغی ورثہ اس تھنلے اور جوہ سے بوجھل تھا جو چاروں طرف سے قدامت پرستی اور تقلید کی چار دیواری میں گھرا ہوا تھا اور باہر کی مخالف ہواؤں کا وہاں تک گزر رہی نہ تھا۔ والد مرحوم کے علاوہ جن اساتذہ سے تحصیل کا اتفاق ہوا وہ بھی وہی تھے جنہیں والد مرحوم نے پیچھے اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھ لیا تھا کہ ان کے معیار عقائد و فکر پر پورے پورے اثر کتے ہیں اور یہ معیار اس درجہ تنگ اور سخت تھا کہ ان کے معاصروں میں سے خاص خاص اشخاص ہی کی وہاں تک رسائی ہو سکتی تھی۔ پس ظاہر ہے کہ اس دروازہ سے بھی کسی نئی ہوا کے گزرنے کا امکان نہ تھا۔ جہاں تک زمانے کے فکری انقلابات کا تعلق ہے میرے خاندان کی دنیا وقت کی راہوں سے اس درجہ دور واقع ہوئی تھی کہ ان راہوں کی کوئی صدا وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتی تھی اور اس اعتبار سے گویا سو برس پہلے کے ہندوستان میں میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ میری سوسائٹی اور اوائل عمر میں گھر کی چار دیواری کے اندر محدود رہی اور گھر کے عزیزوں اور بزرگوں کے علاوہ اگر کوئی دوسرا گروہ ملا بھی تو وہ خاندان کے معتقدوں اور مریدوں کا گروہ تھا۔ والد مرحوم کے مریدوں میں ایک بڑی تعداد علماء اور انگریز کی تعلیم یافتہ اشخاص

تھی۔ انہوں نے خاندان میں اکثر ان کا مجمع رہتا مگر یہ پورا مجمع بھی سراسر ایسی خاندانی رنگ میں رنگا ہوا تھا کہ دوسرے رنگ کی وہاں جھلک بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چار دہائیوں سے زیادہ عمر نہیں ہوئی تھی کہ طبیعت کا سکون ملنا شروع ہو گیا تھا اور رنگ و شب بھرے دل میں چھپنے لگے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جو آوازیں چاروں طرف سنائی دے رہی ہیں ان کے علاوہ کبھی کبھار ہونا چاہیے اور علم و حقیقت کی دنیا صرف اتنی ہی نہیں ہے جتنی سامنے آ رہی ہوئی ہے۔ یہ چھپن عمر کے ساتھ ساتھ برابر بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ چند برسوں کے اندر عایدہ و افکار کی وہ تمام بنیادیں جو خاندان کی تعلیم اور گرد و پیش نے چھنی تھیں یہ ایک دفعہ مٹ گئیں ہوئیں اور پھر وہ وقت آیا کہ اس بستی ہوئی دیوار کو خود اپنے ہاتھوں ڈھا کر اس کی جگہ نئی دیواریں بنائی جائیں۔" (۸۷)

مقلد باپ کا غیر مقلد بیٹا

۱۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء کی مخریہ اس تحریر بصورت مکتوب میں ابو الکلام نے تقلید کے خلاف زور دھمک دیا۔ "انسان کی دماغی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی روک اس کے تقلیدی عقاید ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کیوں مگر ہر بائیس سوال سامنے ابھرنے لگا کہ اعتقاد کی بنیاد ہم دیکھ رہے ہوتی چاہیے تقلید اور توارث پر کیوں ہوا؟ یہ گویا دیوار کی بنیاد ایٹموں کا بل جانا تھا۔ کیونکہ موزوں اور روایتی عقاید کی پوری دیوار صرف تقلید ہی کی بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔ جب بنیادیں ٹپکیں تو پورے کسٹری روکتی تھی۔ کچھ دنوں تک طبیعت کی درماندگیاں سہارے دیتی رہیں لیکن بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اب کوئی سہارا بھی اس گرتی ہوئی دیوار کو سنبھال نہیں سکتا۔" (۸۸)

میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ "تذکرہ" میں خاندان کے شرف رفتہ کے بجائے اپنی راہ خود کی لئے اور "ہائی کسٹری فکٹ" عسک اللہ تعالیٰ کی قرآنی آیت کی غلط تفسیر کرنے والے اور ابوالکلام اسل میں تورات و تحفہ کی غمزدگی کی بجائے کئی کئی کوفتائی کے پرے سے چھپ رہے تھے۔ وہ دین و مذہب کے حوالے سے اپنے آپ کے مخالف ہو گئے تھے۔ اس لیے کہا ہے "چھپتے تھے و چھپانے کے لیے سب فروشی کے غم و رباصل سے بچنے کی بات کر رہے تھے۔ شرفا تو اپنی صلاحیتوں اپنے عم اور اپنی لغات کو اپنے والدین کے "تذکرہ" کی دین و مذہب کے حوالے سے

جس ہندو مسلم اتحاد کے وائے ابوالکلام نے اس کے لیے یہ معاہدہ تو روزِ مرد کی حیثیت رکھتا ہے۔ "تو کنگن گھاٹ میں نمازِ جمعہ کے وقت تھینا پندرہ سو ہندو مسلمان جامع مسجد میں جمع ہوئے اور تقریر و دعا میں ہندوؤں نے بھی حصہ لیا" (۹۲) "مسجدِ قطب خانہ ماں (شملہ) میں ۱۵ اگست ۱۹۲۰ کو ہندو و مسلم اتحاد کا متحدہ جلسہ ہوا۔" (۹۲) "فقیرِ ہیکم محمد موسیٰ امرتسری کے مضمون "اضل بریلوی کے ردِ فقہ کی سیاسی بصیرت" میں ہے۔ "شہر و علماء نے مسٹر گاندھی کو جامع مسجد شہر الدین امرتسری میں لاکر منبرِ رسول ﷺ پر بٹھایا اور خود اس کے قدموں میں جا بیٹھے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! تو گاندھی کے ذریعے اسلام کی مدد فرما"۔ (۹۵) مولانا شاہ اللہ امرتسری نے اپنے ہفت روزہ "اہل حدیث" امرتسری میں لکھا: "گاندھی جی) سب سے پہلے جامع مسجد شہر الدین مرحوم میں گئے جہاں ایامِ فساد میں حقوق کے جتنے بڑے گئے۔ سنا ہے موصوف نے محراب میں جا کر سجدہ کیا اور خادم مسجد کو گیارہ روپے مغرض خوراک غریب دیے۔" (۹۶)

اس قسم کی حرکتوں سے قلمی نہیں ہوئی تو ابوالکلام نے ایک کتاب ”جامع اشواہد فی دخول غیر المسلم فی المسجد“ لکھ ماری جس میں غیر مسلموں کا مسجدوں میں داخل ہونا جائز قرار دیا۔ (۹۷) ہندو مسلم اتحاد جس کے یہ برگ دیارتھے ان متحدہ قومیت کے داعیوں کو یہاں تک لے گیا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے گاندھی کو امام عبداللہ بن مبارک جینا کیا (۹۸) مولوی ظفر الملک اٹلی علی نے قرار دیا کہ ”اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہتمما گاندھی نبی ہوتے“ (۹۹) اس پر فتنی محبوب عالم مد روز نامہ ”پیدا اخبار“ لاہور میں سخت اداریہ لکھا (۱۰۰) مولانا شوکت علی نے ۲۲ جون ۱۹۴۰ء کے جلسے میں کہا ”اے آباد میں ایک ایسا فیصلہ صادر کیا گیا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ ایثار و رفاقت کی نئی سپرٹ کو ترقی دے گا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندو مسلمانوں کا اتیار و موقوف کرتا ہے اور پر یاس یہ سنگم کو ایک مقدس علامت بنانا ہے۔“ (۱۰۱) جامعہ مدنیہ دہلی میں ڈاکٹر سید محمود (ذریعہ تعلیم صوبہ بہار) نے فرمایا: ”ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں جو ایک ہی وطن میں رہتی ہے۔ ان کو اپنی قومیت مٹا کر ایک ایسا مذہب بنادینا چاہیے جو دونوں کا مشترکہ مذہب ہو۔“ یہی بات ڈاکٹر اشرف نے کہی۔ (۱۰۲)

گواہی جسے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے "شعائر اسلام میں سے" قرار دیا تھا (۱۰۳)۔
کے خلاف خطر علی خاں عارف بسویؒ حکیم احمد خاں سیاحی خاں محمد احمد خاں (۱۰۳) دوا

راہِ خیر الدین کے بجائے راہِ گاندھی

جب ابوالکلام کی فطرت آزادانہ پُرانے ڈھڑکے کو چھوڑ دیا اور عقاید اور شعائر اسلام کو اپنی عقل کے تابع کر دیا تو متحدہ قومیت میں اسلام اور مسلمانوں کے تشخص کو قلم زار کے سب پیچھے جتھروؤں کے تابع کر دیا۔ کہ عقل تو پھر مقادرات کی راہ ہی دکھاتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عاشق حسین بیالوی نے کہا کہ..... "مسلمانوں کے قومی مفاد کو جس بے حسی بلکہ سنگ دلی سے قربان کرنے کا شرف حضرت "امام الہند" (ابوالکلام) کے حصے میں آیا تھا وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکا۔" (۹۰)

ایک صاحب رشید احمد نے اپنے مضمون میں لکھا "آپ (ابوالکلام) کا وعظ و ارشاد حق کے لیے نہیں بلکہ طلب دنیا کے لیے ہو گیا ہے اور خود ان (کا نگری امر اور دوسا) کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئے اور جس چیز کو کا نگری امر اور دوسا کی خوشنودی کا رابعہ دیکھتے ہیں اس کے دینے میں اور جو ان کی خواہشوں کے مخالف پاتے ہیں ترک کر دیتے ہیں۔" (۹۱)

اسلام کا پرانا دھڑ لیا اس کی غمی عقلی اور مفادوی تعبیر

جب کوئی شخص راود راست کو چھوڑ کر عقل کے نام پر مفادات کی راوا اختیار کرتا ہے تو پھر یہ صورت بنتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی کوششوں سے صدر اسحاق دہلوی، ۱۹۴۷ء میں قائم ہو جس کے صدر مدرس مولانا حسین احمد مدنی مقرر ہوئے۔ رسم افتتاح مسٹر گاندھی نے ادا کی۔ اس موقع پر مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔" (۹۲)

عبدالہادی فرقی علیؒ ابوالکلام آزاد نے فتوے دیے اور بیان راستے کہ گائے کی قربانی مذکور ہے۔
(۱۰۵) "ابطال فتویٰ ابوالکلام" میں پروفیسر مولوی حاکم علی نے لکھا: "گائے کی قربانی جو اکبر کے
ہندوؤں کے ساتھ ناجائز قرار دینے کے اثر کے سبب سے بند ہو گئی تھی اور جس کو حضرت مجدد الملوک
جنی نے بڑی کوششوں سے جہانگیر کے وقت جاری کر دیا تھا کہ ہر ایک امیر نے اپنے دروازہ کے
سامنے اپنی اپنی گائے کی قربانی کی تھی اس کو جاری رکھا جائے۔" (۱۰۶)

ابوالکلام کو اپنے والد مولانا خیر الدین اور دیگر آب و اعزہ کے مسلک سے اتنی دشمنی تھی کہ
انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے فرائض کو کج ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کو بھی استعمال کیا۔ اپنی
تفسیر میں لکھا: "اس (اسلام) نے صاف صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ اس کی دعوت کا مقصد
اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام مذاہب اپنی مشرک اور منطقت چینی پر مبنی ہو جائیں۔ وہ کہتے ہیں تمام
مذاہب سچے ہیں۔" (۱۰۷)

مولانا خیر الدین کی تعلیم و تربیت کی تقلید کے بعد اپنی منہ و پرستانہ عقل کے سہارے
ابوالکلام نے اسلام کی جوئی تعمیر و تشریح کی وہ ہندو لیڈروں کو خوش کرنے کے لیے تھی چنانچہ وہ خوش
ہوئے۔ گاندھی نے ۱۹۳۱ء میں جامعہ ملیہ دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا: "مجھے ایک عرصہ سے
خیال تھا کہ اسلام ایسا ملک نظر مذہب نہیں ہو سکتا کہ وہ نجات و سعادت کو اپنے پیروؤں تک ہی
محدود رکھے اور سچائیاں صرف اپنے اندر ہی ڈھالے۔ لیکن مجھے اس بات کی سند کہیں سے نہ ملتی
تھی۔ اب جو مولانا آزاد نے تنقید شائع کی ہے تو مجھے اپنے اس خیال کی سند مل گئی ہے کہ اسلام تمام
مذاہب میں یکساں سچائیوں کا مدعی ہے۔ لہذا ہم نے اس تحریک کے متعلقہ نگاروں کا ہندی میں ترجمہ
کر کے عام شائع کر دیا ہے۔" (۱۰۸)

۸ دسمبر ۱۹۲۱ء کو گرفتاری کے وقت ابوالکلام نے مسلمانوں کے نام اپنے پیغام میں کہا
کہ "اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ پوری طرح متفق رہیں۔ اُمران میں سے کسی ایک بھائی یا کسی
ایک جماعت سے کوئی بات نہ دینی کی بھی ہو جائے تو اسے بخش دیں اور اپنی جانب سے کوئی ایسی
بات نہ کریں جس سے اس مبارک اتفاق کو صدمہ پہنچے۔" (۱۰۹) عقل اور مفادات نے انہیں
آباد ہند کی راہوں سے بنا کر اس منزل پر پہنچا دیا کہ ان (ہندوستان کے ہندوؤں) کے ساتھ
بے دامن اور سچی اور ہمدردی کرنے سے شریعت پر گزیر گئے تھے روکی۔" (۱۱۰) یہ الفاظ تھے ان

میں بھی رہا کہ مسلمان ہندوؤں کے مفادات کے لیے کام کریں اور ان کے ناپیہل بنے رہیں۔

راوی کی آزاد روی اور اس کا نتیجہ

اپنے والد محترم مولانا خیر الدین کی تعلیم و تربیت کو ملی میں مذاکران کے رستے کو چھوڑ کر
اپنی مشن کے سہارے ابوالکلام نے اپنے لیے جو راہ متعین کی اس کی خصوصیات میں سے ایک یہ
تھی کہ ان کی اخلاقی حیثیت بھی مکثر ہوئی۔ عبدالماجد دریاہادی کا کہنا ہے: "ابوالکلام سے
ہر اچھے خوشگوار تعلقات تھے لیکن اندرونی حالات مولانا سید عتیق الدینؒ مولانا عبدالہادی
دہلی اور دوسرے مذاہب سے جو معلوم ہوتے رہتے تھے اور جہاں ان کی ذہانت، طبائی، حاضر
باقی اور قوت حافظہ کی مدح و داد میں ہوتے تھے وہیں ان کی دینی و اخلاقی حالت کی طرف سے
کچھ اطمینان بخش نہ تھے اور غصہ یہ تھا کہ خود مولانا شعلی بھی ان رویوں کی کھل کر تردید نہیں کرتے
تھے۔ راوی یوں بھی فی الجملہ نقد و معتر ہی تھے۔ اب گویا ہر تصدیق لگ گئی اور اب دل میں وقت
ظلمت پیدا ہونے کا سوال ہی باقی نہ رہا۔" (۱۱۱)

ابوالکلام آزاد نے اپنے چھوٹے بھائی ابوالکلام کے خلاف محمد یوسف جعفری رنجور سے کچھ
یا جس میں جن میں انہیں بد اعمال یا بد مذہب پر غش از خاندان آوارہ و بے اوگوں کی صحبت میں
رہنے والا بد معاشرہ، خاندان دشمن خاندان اور بدنام کلمہ خاندان وغیرہ کہا۔ اس سلسلے میں ابوالکلام نے جو
تجربہ رنجور کو لکھا اس میں کہا: "ہاں۔ بھائی صاحب اور عرب صاحب نے جو اصول بد معاشر کے
لیے مقرر کیے ہوئے ہیں ان اصول کے موافق میں ویسے بد معاشروں سے ملتا ہوں۔ مگر جب ان
اصول کی صحبت معترض بحث میں ہے تو پھر میں یہ کہہ کر اس امر کو تسلیم کر لوں گا۔ اتنی وہ غمروست
ان شخص بد معاشر ہیں۔" (۱۱۲)

والد سے مختلف اختیار کردہ رستے کا حاصل

استاذی المکرم ڈاکٹر سید عبداللہؒ اقبال اور ابوالکلام کے ذاتی فاصلے میں لکھتے ہیں کہ
"قاریوں کے متعلق اقبال کے خیالات سب کو معلوم ہیں مگر ابوالکلام کی کوئی قلمدانہ رائے ان
کے بارے میں ظاہر نہیں ہوئی۔ قلم مرثیہ کے سنیے پر بھی یہی حال ہے۔ ان کے سنیوں کے جملہ
مسائل میں ابوالکلام کامیابان لبرل اور اقبال کامیابان قسطنطنیہ ہے۔" (۱۱۳)

۲۰ مارچ ۱۹۵۲ء کو ابوالکلام احمد خاں صاحب دہلی پبلشر ہاؤس نے ابوالکلام کو لکھا: ”مرزا کی آپ کی طرف مختلف معاملات منسوب کرتے رہتے ہیں اور بعض عوال جات بھی دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً کہ وہ کس اور غیر وہ کہتے ہیں مولانا وفات مسیح کے قائل ہیں۔ ابھی کہتے ہیں: ”مولانا نے مرزا صاحب کی تعریف کر دی ہے۔“ و لہذا یہی فیصلہ کن کتاب لکھیں کہ پھر بولنے کی جرأت نہ رہے۔“ ابوالکلام نے سالک کو جو جواب دیا وہ جتنا مستور ہے حقیقت میں اس سے زیادہ کھلا ہے۔ کہتے ہیں ”وفات مسیح کا ذکر خود قرآن میں ہے۔ مرزا صاحب کی تعریف پامردی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس لیے کہ۔“

تو خدا ہے تو خدا ہو نہیں سکتا۔ ذوق
اور خدا خود ہے کہ جو قلم کو نہ جانتا ہے (۱۱۴)

عہدِ انبیاء کے لیے ”یارانِ نبی“ میں ابوالکلام کے نام میں لکھا تھا: ”مولانا ابوالکلام مرزا صاحب (غلام احمد قادیانی) کے دعویٰ مسیحیت موعودے کو کوئی مرد کار نہ کہتے تھے لیکن ان کی غیرتِ اسلامی اور حمیتِ دینی کے قدردان ضرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار ”ذکر“ کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال بھی انھی دنوں ہوا تھا تو مولانا نے مرزا صاحب کی حمیتِ اسلامی پر ایک شاندار شذر و نگار لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ دنا لے گئے۔“ ”یارانِ نبی“ مطبوعہ ست چٹان لمیٹڈ لاہور سے چھپنی تھی۔ کوئی کیا دہریہ جس بعد کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو سالک صاحب فوت ہو چکے تھے۔ ناشر نے لکھا ہے کہ سالک صاحب ۲۳ اپریل ۱۹۵۲ء کے ”چٹان“ میں اس تحریر کی تردید بھی فرما چکے ہیں۔ اس لیے مولانا غلام رسول نے ابوالکلام صاحب کی تردید صحیح فرمادی ہے۔ (۱۱۵)

سچ کا اخفا کب تک؟

اس طرح شورش اور غلام رسول میر صاحبان نے بڑی خوبصورت و جامع تحریک کر دیا لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ سید انیس شاہ جیلانی اس مسئلے پر عہدِ لہجہ سالک کے خطوط ناشر کر کے دہلی کو پوری طرح ”ہکاڑ“ چکے ہیں۔ جیلانی نے اپنی کتاب ”نوازش نامے“ میں اس موضوع پر کچھ

نہایت روزہ دعوتِ لاہور سے لے کر اور اپنی ۲۳ دسمبر ۱۹۵۲ء کی شہادت میں ”سید انیس شاہ سالک کی بہتان طرازی“ عنوان باندھا اور لکھا: ”آئندہ شمارے میں جس منظر پر پیش کیا گیا ہے ”وسیل“ کا شذر و نگار کے قلم سے نہیں تھا بلکہ ”غیر مجھے“ شورش سے اچھائیں (البتہ اس دور سے نہیں کہ جواب ترکی بہ ترکی ملتا۔۔۔۔۔) کہ یہ صفحات ہی کتاب میں سے اڑا دیے۔“

دعوت کی تحریک پر مولانا آزاد کے سیکرٹری اجمل خاں کا ایک تردیدی ”چٹا“ بھی آیا اور چٹان میں شائع بھی ہو گیا۔ ابھر سالک نے بھی ازراہ مروت و دفع شر اپنے لکھے پر اصرار نہ ہونے کا اقرار نامہ بھیجا دیا۔ باروں نے بڑ عمر غلام جیلانی مار مارا تھا لیکن عہدِ لہجہ سالک اور واقعات کو بخوبی چاہتا تھا۔۔۔ شورش جیسا غلام جیلانی پوری ذمہ داری کے ساتھ ناشر کے فرائض انجام دے تو اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ جو کچھ سالک کے قلم سے نکلا وہ سچائی کی منہج اور صحیح تصور پر ہے اور مولانا قادیانیوں کے باب میں آخر وقت تک رد و اداری ہی برتتے رہے۔ بولنا دکھاوے کے لیے تردید بھی کر دی۔“ (۱۱۶)

”نوازش نامے“ مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی میں سالک کا ۹ فروری ۱۹۵۶ء کا خط ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل حقیقت ہے۔ و کفنی باللہ شہید!۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے بارہا لوگوں نے استفسار کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مرزا قادیانی کو کافر قرار دیں لیکن انھوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ مرزا صاحب کا فرض نہیں ہوا اس ضرورت میں۔ اور مولانا کو گمراہی چاہ سکتے ہیں کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ واقعہ ہے کہ مولانا ابوالکلام صاحب اخبار ”ذکر“ کے ایڈیٹر تھے اور زیادہ سے زیادہ اخبار دس دس سال کے تھے مرزا غلام احمد کے انتقال پر ان کے جنازے کے ساتھ جنازہ تک گئے اور انھوں نے مرزا صاحب کے انتقال پر ”دشمن“ میں ایک تحریری نوٹ لکھا جس کو مرزا کی سیکڑوں دفعہ دہرا چکے ہیں لیکن مولانا نے کبھی اس کی تردید نہیں کی نہ یہ لکھا کہ یہ نوٹ میرے قلم سے نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں نے جو کچھ دیکھا لکھ دیا ہے۔ اس کے علاوہ صحیح ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دو ہوں۔ (۱۱۷)

۱۳ فروری ۱۹۵۶ء کو انیس شاہ جیلانی کے نام اپنے دوسرے خط میں عہدِ لہجہ سالک نے لکھا: ”مجھے شورش صاحب نے بتایا کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری مولوی اجمل خاں نے دو باتوں کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ مولانا مرزا غلام احمد کے جنازے کے ساتھ

مرقسر سے بنالہ تک نہیں گئے تھے اور مرزا صاحب کے انتقال پر جو شہرہ "وکیل" میں چھپا تھا اور مولانا کا نکتہ ہوا تھا بلکہ کوئی صاحب مہد الجید کی طرح تھوڑی تھے انھوں نے لکھا تھا..... اب میں کیا عرض کروں۔ مرزا نیول نے آج سے ۳۸ سال پہلے بیان کیا تھا کہ مولوی محی الدین احمد آزاد فکاہ والے جو وکیل کے ایڈیٹر ہیں انھوں نے بے حد بددیواری کا اظہار کیا اور تدارک مانتی امرتسر سے بنالہ تک گئے جب ہم مرزا صاحب کا جنازہ لے جا رہے تھے۔ اب اگر مولانا نصف صدی کے بعد اس کا اظہار کرتے ہیں تو میرے لیے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ سر تسلیم خم کر دوں۔ خدا کو شائع کر کے اس کو مولانا ابوالکلام سے منسوب کیا لیکن اس طویل مدت میں مولانا یا ان کے کسی قریبی یا مؤمند نے اس کی تردید نہ کی حالانکہ اس وقت تردید کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ جب مولانا "وکیل" کے ایڈیٹر تھے تو اس کے ایڈیٹر ملی صفحہ کے قلمبند رجاست کی ذمہ داری لازماً انہی پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مجھے اپنی تحریر پر بہت افسوس نہیں۔ مجھے مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ گزشتہ چالیس سال سے بدقلبی و روحانی تعلق ہے وہ مرزا غلام احمد یا احمدیوں سے کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں ایک مختصر سا کھلا کتاب "چٹان" کے ذریعے سے پیش کر رہا ہوں جو غالباً آئندہ ہفتے کے چٹان میں شائع ہو جائے گا۔" (۱۱۸)

۶ مارچ ۱۹۵۶ء کے خط میں مولانا صاحب نے مزید لکھا: "آج رہا وہ سے مجھے یہ اقتباس موصول ہوا ہے۔ از آئینہ صداقت مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب مظلومہ کی ۱۹۰۸ء کو لکھنؤ سنیم پریس انور۔ ص ۱۳۔" مسلمان مسلمان نے جس کی یہاں شرافت ہے۔ مانتا بددیواری کا ظہور کیا ہے۔ مثلاً غلام یوسف شاہ و رئیس، آئینہ بھڑت مرقسر ایڈیٹر برائیں جتو اور جناب مولانا ابوالکلام آزاد جو بددیواری کے اظہار میں اسٹیشن تک تشریف لائے۔ (۱۱۹) مجھے یہ تھا کہ مولانا اسٹیشن تک نہ گئے تھے۔ بلکہ گاڑی میں بیٹھ کر بنالہ تک گئے۔ مرقسر میں کایہ بیت اظہار بددیواری اسٹیشن تک تشریف لانا تو مسلم جو بھی۔ میرا پہل ہے کہ اس قدر سے بدل تک کا نہ بھی کسی نہ کی مانتا سے ثابت ہو جائے گا۔" (۱۱۹)

۶ مارچ ۱۹۵۶ء کو انھوں نے اپنے ایک ارشد میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ مرزا صاحب سے بہت دور تھے تو اب اس بات میں خاموش ہو چکا ہوں۔ مولویوں اور مسلمانوں کے درمیان میں بہت کچھ ہے جسے راجل سمجھاؤ آپ کو کہہ ہی چکا ہوں۔ (۱۲۰)

"تاریخ احمدیت" میں ہے کہ ۱۵ مئی ۱۹۰۵ء کو ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی ابوالصغر آزاد دیوبند گئے اور ۲۵ مئی ۱۹۰۵ء کو آزاد قادیان گئے (۱۲۱)۔ مرقس قادیان کے متعلق آزاد نے اپنے ناشرانہ کھوائے تو بتایا کہ بعد کی نماز انھوں نے وہیں پڑھی۔ مولوی عبدالکریم امام تھے۔ مرزا صاحب صف سے آگے عمر امام سے دو گنی پیچھے تھا کھڑے رہے۔ لوگوں نے شک نہ کیا۔ صف میں جگہ دی (۱۲۲)

"نمازش فرزند ان تارخ"

مرزا صاحب کی وفات پر ابوالکلام نے "وکیل" "مرقسر میں ایک طویل اور بے لکھا" وہ شخص "وہیت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جاوہر..... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لیے اسے استدرا مانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نمازش فرزند ان تارخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔" (۱۲۳)

تحفظ ناموس رسالت کی ایک تشریح؟

مرزا صاحب کی طرح دوسری "نمازش فرزند ان تارخ" شخصیت ابوالکلام کی رہی کہ وہ بھی دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا گئے۔ ابوالکلام کے والد نے ساری زندگی اپنے آقا حضور ﷺ کی عزت و تکریم میں زبان کھولی اور قلم اٹھایا اور ان "فرزند وئند" نے کتاب "تخلیہ رسول" کے حوالے سے بڑی طویل طویل خامہ فرسائی کے بعد جو نتیجہ نکالا اس کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ ان کے ایک "عزیز طالب حق" ہندو نے انھیں لکھا تھا کہ "ہویت احمدی" نے "تخلیہ رسول" لکھنے والے کے قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ اس پر ابوالکلام نے حیات احمدی کی بریت کے لیے کہا: "کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرانے انھیں کسی انسان کے قتل کی اطلاع دے نہیں دے سکتی۔ اگر جماعت نے یا انھیں نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ سرتیخ ایک انسان کے قتل کا اعلان تھا۔" (۱۲۴)

"مولانا" ابوالکلام کتاب "تخلیہ رسول" کی اشاعت کو ناموس رسول ﷺ کے خلاف

مولانا خیر الدین کو دوبارہ "تمغہ حمیدی" ملا۔ اس فنڈ کی رواد مولانا خیر الدین نے بمبئی سے چھپوا کر دولت عثمانیہ میں تقسیم کرائی تو شریک کہ مخالف ہو گیا۔ وہ انھیں کسی آزار میں پھنسا چاہتا تھا لیکن قسمت نے اس سے پہلے ہی اس کی زندگی ختم کر دی اور وہ اچانک وفات پا گیا۔" (۱۲۹)

مولانا خیر الدین کی علالت

تقریباً ایک حادثہ میں ان کی بائیں ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ اس قسمی جھٹکے میں نہیں ہوسکا۔ اس لیے ۱۸۹۸ء میں مع اہل و عیال انھیں ہندوستان آنا پڑا۔ کلکتہ میں بہتر معالج موجود تھے۔ ان لیے انھوں نے وہاں قیام کر کے علاج کروایا۔ پتی تو بڑی نیک ندرت سے لگا۔ باقی رہا۔" (۱۳۰)

اہلیہ اور بڑے بیٹے کا انتقال

کلکتہ آنے کے ایک سال بعد ہی انھیں ایک بڑے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ۱۸۹۹ء میں ان کی رفیقہ حیات نے داغ مفارقت دیا جو مالک تہہ کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔ (۱۳۱) ابوالکلام نے لکھا: "کلکتہ پہنچے ہوئے تھوڑی سی عرصہ ہوا تھا کہ میری والدہ کا ایک سخت بیمار ہو گیا اور بیماری کے دو ہفتے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کا انتقال ایسا نہیں تھا جو والد کو نہایت طویل نہ کرتا۔ بہت ٹھنک رہے نہایت طویل ہوئے۔ مکہ معظمہ جانے کا ارادہ پھر ہوا لیکن بعض مذہبی بحثوں کے چھڑ جانے اور والدہ کے مزار کے حیدر کرنے کے خیال نے رکاوٹ پیدا کر دی۔" (۱۳۲)

مولانا تہا جاز واپس جانے کے ارادے سے بمبئی گئے۔ لیکن وہاں معتقدین نے کافی دنوں روکے رکھا۔ بہر اوقات وہ مکہ گئے لیکن جلد لوٹ آنا پڑا کیونکہ بمبئی میں تعمیر مسجد کی غرض سے قطعاً اراضی خریدنا تھا۔ اسی منصوبے کی تکمیل کے لیے جلد لوٹ آئے۔ جب تعمیر کا کام شروع ہو گیا تو خیال تھا کہ یہ ذمہ داری اپنے بڑے بیٹے ابوالنصر غلام نبین آہ کو سونپ کر خود جیڑ چلے جائیں۔ ان کی طبیعت پر عہد شباب کی اہان اور درشتی طاری تھی۔ وہ غر با و اسامیہ پر چلے گئے اور مسجد کی تعمیر کی نگرانی مولانا خیر الدین کو کرنی پڑی۔ ابھی وہ اس کام سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ابوالنصر غلام نبین سخت مہلک مرض کی حالت میں واپس آئے۔ بمبئی میں علاج ہوا لیکن مفید ثابت

نہ ہوا تو کلکتہ لے آئے جہاں انھوں نے ۱۹۰۶ء میں انتقال کیا۔ (۱۳۳)

مولانا خیر الدین کی وفات

ابوالنصر کی جو اس مرگی نے مولانا خیر الدین کو نیم جاں کر دیا۔ پتہ پڑ گئے اور ۷۱ برس ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۵ اگست ۱۹۰۸ء ہمر ۷۷ سال انتقال فرمایا اور مالک تہہ کے قبرستان میں اپنی اہلیہ کی قبر کے پیلو میں دفن ہوئے۔ ان کے مرید ہر سال ۷۱ برس کو ان کا عرس کیا کرتے تھے۔ ۱۹۶۳ء کے بعد جو جو یہ سلسلہ باقی رہا (۱۳۴) حمیدہ سلطان نے لکھا کہ قبرستان کے آخری حصے میں مرمریں گنبد کے نیچے حضرت مولانا (ابوالکلام) کی والدہ مرثیہ اور والدہ حضرت شاہ خیر الدین صاحب کے مزار ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کے چار مرید پائنتی سر جھکا کر بیٹھے تھے۔" (۱۳۵)

تقریریت

پروفیسر سید شغفہ رضوی تحریر کرتے ہیں کہ "ان کے انتقال پر دنیا کے دور دراز حصوں سے تقریریت کے جو پیام آئے ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا حلقہ ارادت کتنی دور درجہ پھیلا ہوا تھا۔ جنوبی افریقہ، فرانسواں، انجیلا، سیلون، برما، جاپا، سنگاپور، بانگلہ، کنگ، تھائی، شام، مسقط و غیرہ ان تمام مقامات میں جب اطلاع پہنچی تو بعض مقامات پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی جیسے حرم کعبہ میں اور بعض میں تقریریت کے جلسے ہوئے جیسے فرانسواں میں۔ اور ان کی رواد اس وقت کے تمام اخبارات میں شائع ہوئیں۔ مقامی دیگواؤندین اخبارات نے اعتراف کیا تھا کہ ان کے جنازے میں جو جھوم تھا اس سے ان کے فکری اثر کا پتا چلتا ہے جس سے لوگ بالکل بے خبر تھے۔" (۱۳۶)

اولاد

ان کی تین بیٹیاں خدیجہ بیگم (جو جوانی میں انتقال کر گئیں) زلمہ بیگم، آرزو، حفیظہ بیگم، آبرو اور دو بیٹے ابوالنصر غلام نبین آہ اور ابوالکلام نجی الدین احمد آہ تھے۔

عادات و خصائل

شورش کشمیری لکھتے ہیں: "مولانا آزاد کی روایتوں کے مطابق مرحوم (مولانا خیر الدین) ایک اعلیٰ اعلیٰ انسان تھے۔ ان سے وقت لینے بغیر مانا مشکل تھا۔ مگر کسی امیر و

دیکھیں کی تعظیم نہ کی۔ بلکہ قہر عطا فرمایا کہ اساتذہ کے سوا اور کسی کی تعظیم میں کبھی کھڑے نہ ہوئے۔ امرا کی دعوت کبھی قبول نہ کرتے لیکن غربا کے ہاں ہوا کرتے۔ جس بات کو حق سمجھتے وہ بے دریغ سہہ گزرتے۔ جز خوف خدا اور کوئی خوف ان کے بدن اور روح میں نہیں تھا۔ فرماتے: "امیروں سے غرور اور غریبوں سے بجز صیغہ اور عادلانہ اخلاق ہے۔ طبیعت کے غنی اور ہاتھ کے خالی تھے۔ نقاست پسندی کے شوق تھے۔ عمدہ سے عمدہ لباس پہننے اور قیمتی سے قیمتی حلیہ لگاتے۔ آخر عمر میں موٹا ہندو اثر آیا تھا۔ کئی برس تک ایک ہی آنکھ کام دیتی رہی۔ پھر اس کی پیمانی بھی مدہم پڑ گئی۔ سفر میں کتابوں کے دس پندرہ صندوق ساتھ رکھتے کتابوں پر انہی سے اچھی جلدیں بندھوانے کا بے حد شوق تھا۔ کوئی جلد ناقص بندھ جاتی یا کتاب کاٹنے میں غلطی ہو جاتی تو دوسرا نسخہ منگواتے، خواہ اس میں کتنی ہی رقم اٹھ جاتی۔ غصہ ہو کہ "سُر" کتابیں خریدنے کا شوق تھا۔ اردو کتابوں سے بالکل رغبت نہ تھی۔ کشمیری شائیں اور بھٹے کے شائق تھے۔ تالین دریاں ہاتھی دانت اور صندل کی اشیا خرید خرید کر جمع کرتے۔ یہ گویا ان کی بانی تھی۔" (۱۳۷)

مولانا خیر الدین شاعر تھے یا نہیں تھے؟

اکثر اوسلمان شاہجہانپوری "مولانا آزاد کی شاعری" میں رقم طراز ہیں: "مولانا نے اتنی چھوٹی عمر میں شاعری شروع کی اور پھر عمر کو دیکھتے ہوئے شعر بھی اچھے نکالنے لگے۔ شاعر کی حیثیت سے ایک خاص حلقے میں ان کی شہرت اور مشاعروں میں مقبولیت کی وجہ بھی میرے خیال میں اس کم عمری میں اچھے خاصے شعر کہنے کی صلاحیت تھی۔ لیکن کئی لوگ ایسے بھی تھے جو یقین نہ کرتے تھے کہ جو کلام مولانا مشاعروں میں سناتے ہیں وہ ان کا اپنا ہوتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ مولانا کے والد شاعر ہیں وہ انہیں کہہ دیتے ہوں گے جسے یہ اپنے نام سے مشاعروں میں پڑا دیتے ہیں۔" (۱۳۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا خیر الدین شاعر کے طور پر معروف تھے اور بعض سخن گو خن فہم حضرات ابوالکلام کے کلام کو مولانا خیر الدین کا کلام سمجھتے تھے۔ لیکن عبدالوحید خاں نے "نقش آزاد" (۱۳۹) کے حوالے سے ابوالکلام کی طرف سے والد کے شاعر ہونے کی تردید لکھی ہے۔ "ایک دن زکات میں بیٹھا تھا کہ نادر شاہ آگئے اور مجھ (ابوالکلام) سے کہنے لگے۔

صاحبزادے میاں! آپ کی شاعری کی تو بڑی دھوم ہے لیکن لوگ کہتے ہیں حضرت مولانا (یعنی والد مرحوم) کا کلام ہوگا۔ میں نے کہا: شاید آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت شاعری نہیں کرتے اور اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے یہ خط ہوا ہے تو سخت ناراض ہوں۔" (۱۴۰)

"ہونہار ہوا" تو لڑکپن ہی سے شعر کہہ رہے تھے۔ اس وقت جب ان کے والد بطور شاعر مشہور تھے مگر "ہونہاری" شاید یہ ہے کہ یہ اپنے میں بھی اپنے والد کی شاعری کو نہیں مانتے تھے۔ شاید اس لیے کہ ان کی شاعری میں وہابیت سوزی کے مضامین کی کثرت ہے۔

مولانا خیر الدین کی نعت گوئی

پروفیسر سید شفقت رضوی نے ڈاکٹر محمد احمق قریشی کے پی ایچ ڈی کے مقالے سے مولانا خیر الدین کی عربی شاعری کا تذکرہ کیا ہے اور سید نور محمد قادری مرحوم نے "مزب" کے ساتھ "نقش آتین من اصول الدین" کی ایک اردو نعت نقل کی ہے۔ (۱۴۱)

ڈاکٹر محمد احمق قریشی کے مقالے "برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری" میں ہے۔ (۱۴۲)

"مولانا خیر الدین کی کتب میں اردو عربی نثر میں مساکین پر بحث ہے مگر ان میں اردو فارسی اور عربی اشعار کی اس قدر کثرت ہے کہ نثر و نظم پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں۔ اردو شاعری پر بدرسانہ رنگ طاری ہے۔ فارسی قدرے ان اثرات سے پاک ہے مگر عربی شعر اپنے پورے جہاں کے ساتھ موجود ہے۔ ان کتب کے تمام عربی اشعار کو علیحدہ و مرتب کیا جائے تو یقیناً ایک عمدہ و متوسطا حجم کا عربی دیوان تیار ہو سکتا ہے۔ مولانا نجی شعراء کی طرح شخص استعمال کرتے ہیں۔ خیوڑی اور خیوڑین کو مقلعہ کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔"

مولانا خیر الدین ایک عالم دین اور مناظر تھے۔ اس لیے ان کی شاعری پر علم کا سایہ اور مناظر اندر روش کا پڑا ہوا ہے۔ شعروں میں استدلال اور مخالفانہ نظریات کا رد ان کی شعری خصوصیات میں سے ہے۔ یہ معروضی طرز آواز ہے لیکن چونکہ دو عقیدت مند ضیعت رکھتے تھے اس لیے خاصا بھٹہ مری اور دلائل طرازی میں بھی دل کی بات کہتے ہیں اور ان کا جذبہ بار بار دلائل کو اپنے احاطے میں لے لیتا ہے۔ اس طرح ان کی شاعری ہر دو پہلوؤں پر حاوی ہے۔ پھر یہ بھی قش نظر

رہے کہ وہ یہ شاعری کسی دیوان شعر کے لیے تصنیف نہیں کر رہے بلکہ ایسی کتابوں میں درج کر رہے ہیں جن کے موضوعات مقرر ہیں۔ اس لیے شعر موضوع کی مسابقت لیے ہوئے ہیں۔ ایسی شاعری پر آدرد کا شائبہ ہوا کرنا ہے اور بعض جگہوں پر یہ احساس بھی ہوتا ہے مگر مولانا کے شعر موضوع کی گرفت میں رہتے ہوئے بھی اپنا ایک وجود رکھتے ہیں اور انہیں بڑی آسانی سے اپنے سیاق سے الگ کر کے مستقل حیثیت دی جاسکتی ہے۔

مولانا کے شعری موضوعات میں حضور اکرم ﷺ کے خاندانی شرف، پیغمبرانہ خصوصیات اور ذاتی اوصاف کا تذکرہ شامل ہے۔ آنحضرت ﷺ کی تخلیقی کائنات میں مرکزی حیثیت اور بے مثل انفرادیت کا ذکر بار بار کیا گیا ہے۔ مشیت کی الٰہی خاندان میں کسی نقص یا کوتاہی کا انزال اس پر دلائل سے بعض اوقات حدیث مندرجہ ذیل سے ہو جاتی ہے۔ کہیں کہیں مناظر اندر نگ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ خصوصاً نبویہ کے حوالے سے چند شعرا بیضاح مقصود کے لیے قافیت کریں گے۔

باعث تخلیق کائنات:

عليك مدار الخلق اذا انت قطبه وانت منازل الحق تعلمو و تعدل
سر الوجود و نكتة النهر الذي كل الوجود بجوده يتفلق
و انت لهذا الكون علته كونه ولولاك ما امتاز الوجود باكون
آدم عليه السلام سے قبل نبوت سے سرفرازی:

شمس تقادم قبل آدم ظلمها
ابدأ على أفق البقا لا تغرب

سید البشر:

الله فضله على كل الزرى فهو الحبيب و فضله مشهور
و سجد هذا الخلق من نسل آدم و اكرم محبوب الى الانس والجان
افضل الانبياء:

محمد ه المختار من هاشم الفضل المرسلين بلا الكلام
خير النبيين الكرام نبينا بالثور في العرش اسنه مسطور

مرکز کائنات و مصدر فیوضات:

مرکز کائنات و مصدر فیوضات:

إنسان غني الكون مبلغ سزه قطب الكمال و غيظه مُندفقي
شمس على قطب الكمال مُضيئة بدر على فلك العلا سيرا
الكل فيه و مند كان و عنده نفى الدهور و لم تزل أزمانه
شکل رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے بعض کا حوالہ دیتے ہیں مثلاً:
اولی الوری:

أولی الوری ذمنا أسماءهم و
أعلامهم کرما جلّت مناقبہ

نور حکمت، بحر علم:

نور من الحكيم لا تخبوا سور لعه
بحر من العليم لا تغنى عجائبه

کمال الخلق و الخلق:

هو الحكيم في خلق و في خلق
زكك حلاه كما طابث مناسبه

الغرض صاحب حامد الامجد:

محامد المصطفى لا ينهي ابدأ
تعدادها هل يغد القطر حاسبه

مولانا خیر الدین کی کتاب "درج السدر البهیہ" کا موضوع ہی خاندانی عظمت کا تذکرہ اور اس پر مرتب دلائل پیش کرنا ہے۔ اس لیے خاندانی رسالت ﷺ کے بارے میں متعدد شعراں میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر چند شعرا پیش کئے جاتے ہیں۔

تنقل في اصلاص قوم تشرفوا به مثل ما للتدبر تلك المنازل
محبوبنا خير البرية نسبه يوم التشور لؤاؤه منشور
خاندان کے تذکرے کے ساتھ ولادت کی عظمت اور خیر گوئیوں کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اصنام مكه خربت عند مولده واثار خبذه صارت و نصطرف
جاءت تبشرونا الرسل الكرام به كالصبح بدو تباشيرا كواكب

درد و سلام کے موضوع پر بھی مولانا کا کثیر کلام موجود ہے۔ اسماء انہی علیہم السلام کو بھی منظوم کیا ہے مگر انہیں اس ساری کاوش کے باوجود یہ اعتراف ہے کہ ان کا بديع سلام اور تحفہ درد و ذاتِ بابرکات کی عظمتوں کے لائق نہیں ہے۔ یہ انکسار نفس اور لئی ذات کی منزل ہے اس لیے وہ دعا پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ تحفے دربار الہی ہی سے نازل ہوں تاکہ مقام کی عظمت کے مناسب قرار پائیں۔

صلوٰۃ من الرحمن نحو جنابہ
فان صلواتی لا یلیق لیابہ

مولانا کی شاعری تشبیب کے دلدل کی امیر نہیں رہی مدح کرتے ہیں اور بلا کسی خارجی تمہید کے شاعروانی شروع کر دیتے ہیں۔ خوب رسول ﷺ ان کے قلب و نظر کا سرمایہ ہے اس لیے ایک لمحہ بھی نظر سے اونچل نہیں ہے۔

جمالك لي عني وذكرك لي فبي
و حبك لي لبي فابن تيب

مدح سرائی اور نعت خوانی کا نتیجہ لب کی صورت میں نکلتا ہے۔ خصائص و فضائل کا جہان معنی آباد کر کے کرم کی بھیک مانگی جاتی ہے۔ مولانا کا تو انداز ہی خود پسروگی اور دربانِ طبی کا ہے۔ اس لیے ان کی شاعری کا بیشتر حصہ شفاعتِ طبی اور داخوانی کے خوا لے سے مرتب ہوا ہے۔ چند شعرا ملاحظہ ہوں۔

يا رحمة للعالمين بأسرها و امنها من شدة وزحاء
فأخذ باللطيف لا تهجز خنوري ظريحا في التواقع والصلوادی
من لي سواك إذ أدرجت لي كفى و من أنسى إذا أغرقت من غولي
فليس لنا يوم المعاد ذخيرة بلا وجهك الميمون خير الذخائر
أزجولك يا غوث الانام فلا تدع باب الرضا ذنوبي يسد و يفلق
وسلني الغلظي شفاعتك ألي بلود بها عيني وموني ابن عمران

مولانا مدحِ شاعری کے پورے لوازمات سے باخبر ہیں اور انہیں ان کی ترتیب اور پیکش کا سلیقہ بھی حاصل ہے۔ عرب ماحول اور عرب معاشرت میں اقامت گزین رہنے کی وجہ

ہے ان کی عربیت بے دارغ ہے صرف ارادی طور پر تحفے اور چند لئی حوالے لائے گئے ہیں کہ کلام انہی لب پر صغیر کے مسلمان تھے مثلاً ادب انسانی کا ذکر کرتے ہوئے شری اور بزرگ ذکر کرتے ہیں۔

صلی علیہ اللہ مامرت الصبا و صدی الهزار علی الفضون و عرذا
هلیک صلاة اللہ یا خیر خلقہ ما لاحب القمري بالصديق والوفاء

تجنہیں پسندی سے بر صغیر کی فضا مکدر تھی مولانا نے اپنے دامن کو بچائے رکھا مگر پھر بھی کہیں کہیں ماحول کا اثر آ ہی گیا۔

و سؤ السؤ انت لکلی من
و نور الثور یا نور الفوادی

مختصر یہ کہ مولانا خیر الدین عربی زبان کے پختہ کار شاعر اور شاعری خاص و معایب سے مکمل طور پر آگاہی رکھنے والے ادیب تھے۔ ان کی شاعری میں باریک روائی ہے۔ اسلوبِ کلام میں کہیں الجھاؤ نہیں۔ تنقید لفظی معنوی سے پاک کلام اس معیار کا ہے کہ اس پر پھر بار توجہ دی جاسکے تاکہ عربی ادب کا طالب علم ایسے پاکاں شاعر سے کما حقاً گاہہ ہو سکے۔

خیوڑی کی ایک اردو نعت کے چند اشعار

مولانا خیر الدین خیوڑی دہلوی کے کلام میں عربی فارسی کی کثرت ہے۔ فارسی کلام ملاحظہ فرمائیے ہیں کہ مولانا اردو کی کتابیں چھتے بھی نہیں تھے عربی اصل زبان کی طرح لیتے اور بولتے تھے فارسی اور گھر کی زبانوں پر انہیں عبور تھا۔ اس لیے ان کی اردو شاعری میں عربی و فارسی ترکیب ہی نہیں کہیں کہیں وہ فارسی یا عربی ہی کو ذریعہ ابلاغ بنا لیتے ہیں۔ "دعا انہی" میں مولانا کی اردو نعت ۲۲ اشعار پر مشتمل ہے اس کے نوا اشعار سید شفقت رضوی کی کتاب میں ہیں وہی ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

اے شاو زل دے سید کل کس سے تجھے رب کے سوا جا

دے اصل اہل محمود محل اس بندے کو در پہ بٹھا جا

از دوسے ادب پس ہے یہ لب ظاہر نہ ہوا اس غم کا سبب ۔

اے ہمارے ملک عرب کیلئے کچھ کو خیر تو ہوتا جانا
اے شمس حقی در روز جزا بعد اہل شاکھ پر ہوں خدا
اے شاہ بقا دے میرے خدا اس قیامت سے چھڑا جانا
از فرقت غم من خستہ دلم تو ابو کرم ساقی ام
مصطفیٰ نعم من تشہد لم یجھے شربت اصل پلا جانا
اے صدق ولا مقلوع قضا مسوع دعا از بہر خدا

خدا دست مرا من ہدف بلا اس تیر بلا کو ہٹا جانا
اے نور بھر دے دھبہ قمر از سوزہ جگر سوزاں ہے سحر
از لطف نظر کو مجھ پہ گزر اس مار جگر کو بجھا جانا
تو شیخ رقدم پروانہ دلم پروا نکتم دیوانہ شیم
اے لون و قلم مٹی ام پروانہ خدا سے دلا جانا
اے جان و قرآن بقا تو شان خدا شان تو بقا
کس سے ہو ادا کچھ تیری شادیج تو خدائے ورا جانا
اے شاہ شہاں یہ عرض بیاں پیش تو عیاں کچھ درد نہاں

مجھ سے ہو بیاں گر ہو فرماں اک بار خیورکی تو آجانا

(ایک مضمون خاندان - ص ۳۵)

مولانا کی دوسری کتابوں میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان کی دو کتابیں "السۃ الضروریۃ فی المعارف الخیور" اور "خیر الامصار مدیۃ الانصار" ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں موجود کچھ نعتیہ اشعار مدیۃ قارئین کیے جاتے ہیں۔

"السۃ الضروریۃ" میں مدح مصطفیٰ ﷺ

"السۃ الضروریۃ" کے سرورق پر مصنف کا نام یوں لکھا ہے۔ "خادم النصار لہین
سواہر اقدام الواصلین محمد خیر الدین صانہ اللہ عن شر الحاسدین" دوسرے
سرورق پر لکھا ہے "خادم المحسنین تواب اقدام الفقرا خیر الدین اناہ اللہ وحق

المحبین" "اعلان خوش برہان" میں مطلع معدن الرزق سخی بالکفر واقع شرفکات محلہ کولونہ دکن
نمبر گیارہ درج ہے۔ مالک مطلع حافظ الہ بخش اور منیر تصدق حسین ہیں۔ نیز لکھا ہے کہ یہ رسالہ کلکتہ
شہر امراتہ لیکن مکان نمبر ۹ میں غلام حسین سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ آخر میں ۲۶ ماہ جمادی الاول
۱۳۱۵ھ تحریر ہے۔ یہ کتاب جتنے ضروری سوالوں اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ساری کتاب
مشکوٰۃ کی بحر میں ہے۔ صفحہ ۴ پر یہ جتنے سوال اور ان کے جواب ہیں تحریر ہیں:

سوال اول: اے دل! تو کیا ہے؟

جواب: لمیض نور احمدی ﷺ ہے جان جان

قول میں تو ہے وہی لمیض نہاں

سوال دوم: اے دل! تو کہاں سے آیا؟

جواب: قرب ایزد سے تو آیا پُر حراں

وطن اصلی ہے وہی حق الیقین

سوال سوم: اے دل! اتنا اپنے ہمراہ کیا لایا؟

جواب: عہد تصدیق خدا و مصطفیٰ ﷺ

با خوشی لایا تو از قالوا بلی

سوال چہارم: دنیا میں تو کس لیے آیا؟

جواب: اس لیے آیا ہے تو فرحت کنن

درد دل حاصل کرے از عاشقان

سوال پنجم: دنیا سے تو کہاں لے جائے گا؟

جواب: تحفہ خوشنودی خیر الوری ﷺ

لے سیتے تو پیش ذات نہریا

سوال ششم: اس جہاں سے تو کہاں جائے گا؟

جواب: طرف اصل خویش تو اووے رواں

نور احمدی ﷺ سے ملے تو شادمان

مولانا خیر الدین خیورکی نے رسالے کی "بسم اللہ" ان اشعار سے کی:

محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ ہر محمود قدیم
اصل ان کا اصل میں نور احد
نور مطلق ہے وہی نور خدا
وہ اصل ہے طیفی کائنات
معرفة اس ذات بیک کی ضرور
بھی رضا جوئی خیر المرسلین رحمۃ اللہ علیہ
ایک وہ حاصل نہ ہو اے اہل ریش
اس کے بعد "المسحوق المکب" کے حوالے سے
"وَلَمْ يَلِدْ" سے دو اُحد ہے بے عدد
ہے خداے خلق وہ بے امتزا
فیض اس کے سے ہم ہائونات
فرض مثنیٰ ہے بلا شبہ و نور
فرض ہر انسان پر ہے ہائیتیں
نور عرفان نفوس و ذات فویش
اس کے حوالے سے "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ
رَبَّهُ" کی حدیث نقل کی ہے اور پھر اس کی تشریح میں ۲۵ اشعار لکھے ہیں۔ پہلے چار اشارے یہ ہیں۔
ہے یہ فرمان شفع لہذہیں رحمۃ اللہ علیہ
ذات اپنی کا جسے عرفان ہو
جو کہ اپنی ذات سے ماہر ہوا
جو نہ ہو اے عارف ذات حبیب
جواب اول کی تفصیل کے آغاز میں انھوں نے "الذاتی" کے حوالے سے "اَنَا وَحْدِي
شَوْرَ اللَّهِ وَالْمُؤْمِنِينَ مِنْ لَوْ رُبِّي" کی حدیث نقل کی ہے اور تشریح میں جو اشعار کہے ہیں ان
میں سے چند یہ ہیں:

ہے یہ فرمان شہ خیر الامم رحمۃ اللہ علیہ
نور میرے سے ہوئے ہیں سوساں
پس یہ دل ہے فیض نور احمدی رحمۃ اللہ علیہ
اصل تیرا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ اے نسیم
جو نہ اس عرفان سے مسعود ہے
فیض نور احمدی رحمۃ اللہ علیہ وہ جان جاں
ہے وہی مراست حق فیض قدیم
جو وہ امت میں وہ کہنی آشکار
میں خدا کے نور سے ہوں اکام
اہل توحید خداے دو جہاں
مستغنی ہر ذات سہی
نور احمد رحمۃ اللہ علیہ اصل میں نور قدیم
اٹھ انسانوں کی مرود ہے
نفس انساں ہے وہی سر نہاں
عُشْتُ بِكَفَرًا کا وہی ذوقیتیم
جسم سے عنزی اگرچہ دل نگار

بہ عوالم کا ہوا دل یہ بصیر
تہ ہوا یہ حامل نور بشیر
نور احمد رحمۃ اللہ علیہ ہے امانت بے گماں
جس کا ہے قرآن میں اظہر بیان
اس کے بعد مولانا نے وہ آیت لکھی جس میں اللہ کی امانت کو انسانوں اور زمین اور
پہاڑوں کے بجائے انسان کے اٹھانے کی بات کی گئی ہے اور اسے "ظلمونا جھولا" قرار دیا
گیا ہے (۱۳۳) اور اس کی تشریح میں ۳۷ اشعار لکھے ہیں۔ ان میں یہ بھی ہیں:
حق تعالیٰ نے لایب مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ
جب کیا آدم کو پیدا ہاسفا
پھر تو بخشا خلقت جنت کو جاہ
جسم آدم سے جو لایہ دھب ماہ
تاوی کھڑکتا سے وہ نہایت گزین
تحفہ اقدس پر ہوا صدر نشین
پھر "لقد کرمنا بنی آدم" والی آیت (۱۳۴) کی شرح میں پیارے اشعار اور "انی
جاعل فی الارض خلیفہ" (۱۳۵) کی ذیل میں ۲۲ اشعار تحریر کیے۔ ان میں سے آخری شعر یہ ہے:
ان میں نائب بھی وہی سلطان ہے
لاہوت جو امکانی شان ہے
پھر ایک آیت (۱۳۶) اور ایک حدیث قدسی کے حوالے سے اشعار کہے۔ اس کے بعد
حدیث "ان اللہ خلق آدم علی صورۃ" (۱۳۷) کی تشریح میں ۲۱ اشعار ہیں۔ جن میں سے
چند یہ ہیں:

صورت رحمان یہ انسان ہے
حسن تقویٰ کی لیلان ہے
شکل اس کی چون محمد رحمۃ اللہ علیہ آشکار
دونوں صورت سے ہوا یہ برقرار
ہے یہی اہل فنیات ہمار
ہے ہاںک پر ہی کا اقتدار
تاوی کھڑکتا سے ہے یہ سر فراز
کیونکہ ہے یہ فیض نور احمدی رحمۃ اللہ علیہ اہل راز
ہے فرشتوں کا یہی بہرہ و نایب
عالم علم خدا کے سر محبوب
پس کیا پیدا خدا نے ذی کمال
مظہر وصف جمالی و اجمال
تاکہ ہوں آباد اس سے دو جہاں
دو صفت ایزد کی اس سے دو بیان
رحمہ خیر الوری رحمۃ اللہ علیہ ہو آشکار
ہو عوالم پر ایسی کا اقتدار
ایک دولہا ہے وہی ہمد ہرات
کا کونہ انیسیت کا ہر

مولانا خیر الدین خاوری اسی طرح قرآن پاک کی کوئی آیت یا کوئی حدیث پاک بیان کرتے ہیں اور پھر اس کی وضاحت کے لیے اشعار سے کام لیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی کے ضمن میں نعت کے یہ شعر ملتے ہیں۔

وہ ان علیہ السلام کی ربذ ذات کبریا
احدیث کی ذات وہ بے التباس
ناج ہے مع محمد علیہ السلام بے گماں
خاتمیت کی جو ہے انگشتری
صورت احمد علیہ السلام حمص کا حجاب
ہر طرح سے اس کے جو اطوار ہیں
پردہ مرآت سے ہے آشکار
فیض نور احمدی علیہ السلام مرآت ہے
فیض نور احمدی علیہ السلام ذات بشر
اسے ٹیوٹی قول یہ پُر نور ہے

”جواب دوم“ کی تفصیل میں مولانا نے ”معجم کبیر“ کے حوالے سے ”کنت کسواً متخفياً“ کی حدیث بیان کرتے ہوئے اپنے علم اور موزونیت علمی کی جو صورت پیش کی ہے اس کا ایک ٹکس یوں ہے:

ہے یہ فرمان خدا کے دو جہاں
کس ہوا یہ اتقائے جب ذات
ذات کی جملہ صفت ہو جب عیاں
کمز مٹھی ذات میری تھی نہاں
آشکارا میں کروں اپنی صفات
جب تو ہووے جلوہ حسن نہاں

یہی کیا پیدا خدا نے ایک ذات
نور اپنے سے کیا اس کا ظہور
جو کہ ہوویں عارفان مصطفیٰ علیہ السلام
وہ میری سے وہ بس سرشار ہوں
ذات اپنی سے زہے عالی صفات
رو ظہور ایزدی ہے پھر
صاحب لواک محبوب خدا علیہ السلام
وہ احمد علیہ السلام سے زہے عتار ہوں

ہاں وہ اول خلق جو مذکور ہے نور ایزد سے وہ یکتا نور ہے
قرب ایزد سے ہوا وہ جب جدا تب ہوا وہ مشہر ذات خدا
جواب سوم کی تفصیل کا آغاز مولانا نے ”فساؤا بلی“ والی آیت (۱۳۸) اور اس کی تخریج سے کیا ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

تب ہوا فرمان رب العالمین جملہ ذرات آدم نو نہیں
یا تمھارا میں نہیں پروردگار تب کہا ”فساؤا بلی“ سب نے پکار
ہاں ہمارا ہے توئی پروردگار ہے توئی یکتا مربی آشکار
تو تری توحید کے ہم مقتدہ لا حول ولا قوت الا باللہ
ذات میں بنا توئی ہے بے حد امر تبارا فسلھو اللہ لکھ
ہے توئی اربیب اللہ القصد لہ یلکھ ہے فی الازل ہم فی الابد
ہاں ہوا احمد علیہ السلام سے پیدا تو ضرور معجم احمد علیہ السلام سے احد پر ہے ستور
کف نہیں کوئی تری اے کردگار ہاں ہوا تجھ سے محمد علیہ السلام آشکار
احدیث ہے ذات تیری بے گماں احدیث کے بطن سے احمد علیہ السلام عیاں
جب کیا یہ عہد سب نے ہاتھیں وحدہ ہے ذات رب العالمین
تب ہوا اس عہد پر شاہد خدا تاکہ ہوں توحید ایزد پر خدا
دار دنیا میں رہیں وہ مستقیم قلب ان کا حب احمد علیہ السلام میں سلیم

مسلم شریف کی روایت کہ ہر پیکر فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعد میں ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔ نقل کرنے کے بعد خیر الدین خاوری لکھتے ہیں:

جو کہ ہو مولود پیدا از بشر ہو تو کلمہ فطرت اسلام پر
پھر کریں ماں باپ اپنے دین پر ان کو نصرانی یہودی اسے پھر
جس کا تھا ماں باپ پر دین یہود وہ یہودی ہو گیا اہل جہود
عہدہ الاصنام کی اولاد جو وہ ہوا اہل صنم بے شکو
جو دہلی خارجی اہل سحر ان کی بھی اولاد ان کے طور پر

تفصیلی جواب چہارم میں ”وَمَا خَلَقْتُ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى إِلَّا لِعِبَادَتِي“ (۱۳۹)

کی شرح میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں

ہے یہی فرمانِ خلاقِ جہاں
میں نہیں پیدا کیا یہ رُسن و جان
جو تاجِ رُسنِ خلقت میں ضرور
رُسن میں پیدا ہوئے خیر الانام علیہ السلام
نورِ حق وہ صاحبِ کبریا کیست میں
"حُشَّشُ حُشَّشَا" کے وہی سر نہاں
جب ہوا اس رُسن میں ان علیہ السلام کا ظہور
اس کے پہلے خلق میں کُل عالمیں
کیونکہ اس میں رحمت للعالَمین علیہ السلام
ہے یہی قلبِ عوالم بالضرور
آگے چلی کر "روح البیان" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ذاتِ انساں کو کہا پیدا خدا
ہو خدا ایزد یہ یہ لیل و نہار
ذاتِ احمد علیہ السلام ہے نورِ شمعِ کردگار
تا رضا جوئی احمد علیہ السلام میں دام
دید ان کی ہے جو دید ایزدی
خلقِ خلقت سے یہی مقصود ہیں

مولانا نے لکھا: ہر پھر "ذاتِ احمد علیہ السلام کی تفصیل میں ہے۔

اشعار کے ہیں۔ ان میں ایسے اشعار بھی ہیں:

خاکیوں میں ہو عیاں نورِ قدیم
خاکیوں میں ایک ایسا وہ حبیب علیہ السلام
کنزِ مخفی سے ہوا اس کا ظہور
وہ پہلی اس سے جملہ نور و نار

جس کی خاکِ پا ہوا عرشِ عظیم
جس کی خاطر تم ہوئے اہلِ لعیب
فیض اس کے سے ہوئے تم اہلِ نور
ہیں طیفی جملہ عالمِ افکار

"وَتُحْمِلُهُنَّ مَن تَشَاءُ وَتُؤْتِي مَن تَشَاءُ" (۱۵۰) کی ذیل میں ۲۱ اشعار اور ایک حدیث
قدسی کے ضمن میں ۲۰ شعر ملتے ہیں۔ حدیثِ قدسی کی شرح دیکھیے:

نامِ دل جب کرے ظاہر اشم
اس سے لرزاں ہوئے بس عرشِ عظیم
آہ و زاری سے کرے جب وہ ندا
یا شفیع المذنبین یا مصطفیٰ علیہ السلام
ہر بار اس سے توئی عالمِ پناہ
میں زعمیاں شک سانی چوں گیارہ
یا مسجوری نجات من ہادیہ
نارِ تیرا نہایت جاہلیہ
رحمۃ للعالمین یا غفور
یا حبیبی انت مصباح الصدور
ظلمتِ عصیان سے ہوں میں پُر حزیں
راہِ انما یا شفیع المذنبین علیہ السلام
دخیر اے دُخیر بے کسراں
انت عونی انت غوثی ہر زمان
نورِ نجم کی تفصیل کا آغاز "فَلْيَدِیْ حُشَّشُ حُشَّشَا" سے کیا گیا ہے۔ (۱۵۱)

اس ضمن میں مدحِ سرکارِ ہر عالم علیہ السلام کے ایسے اشعار موجود ہیں

اس طرح فرمانِ خلاقِ جہاں
ہے یہ قرآن میں عیاں اے مومنان!
یا حبیبی شفیعِ جملہ ام
نورِ نوری ہر اُسرہ قدم
حبِ ایزد پر اگر ہو مستقیم
دعویٰ دے کہ خدا ہے سلیم
حب تو میرے امر کے ہو تابعین
بیرونی میری کرمِ تم ہاں نقیض
بیرونی میری نقیض اے مومنان
حبِ احمد علیہ السلام ہے یقین دے خدا
ہے کمالِ حبِ ایزد کا انساں
یہ اگر ہے دعویٰ حبِ خدا
ہے یقین انساں دے مصطفیٰ علیہ السلام
پس اگر ہے دعویٰ حبِ خدا
مکروں کے دس میں ہر صبح و مسام
تب تو وہ قدمین احمد علیہ السلام پر ضرور
صدقِ دل سے سر دھیں با صد سرور
پائے احمد علیہ السلام پر نہ ہرگز پا رکھیں
سر رکھیں اس جاگے پُر دل سے جھکیں
پس وہ ہوں محبوبِ ایزد بے گماں
مہمیت سے پاک ہوں در در جہاں
حق تعالیٰ بخش دے ان کے گناہ
وہ امان حق میں ہوں شام و پگاہ
کیونکہ بے شک کیا وہ غفار ہے
سببِ رحمت سے وہ غفار ہے

ہیں عظیم اللہ غلت سے مدام
خاصہ غلتا سے وہ پُر نور ہیں
خاصہ محبوبیت ہا صد وقار
چاکران مصطفیٰ ﷺ کو جو نصیب
جبروتی مصطفیٰ ﷺ سے اے جہاں
ہے رضا ان کی رضائے کردگار
ہے رضا خواہ محمد ﷺ خود خدا
ہیں رضائے شافع ہر دو جہاں
ہیں رضائے سید خیر الانام ﷺ
تب تو راضی تھے سے ہو پروردگار
جواب ششم (آخری) کی تفصیل کا اجمال "وَلَكَسُوْفٌ بِعَطِيْكَ رَبِّكَ فَيُؤْخَذُ"۔

ہیں ہے (۱۵۲) اس کی شرح میں ۳۲ شعر ملتے ہیں۔ آغاز کے چار شعر یہ ہیں:

قول ایزد بسکہ عالی شان ہے
یا نیکین عالی کون و مکان
جو کہ ہیں جملہ عوالم بے شمار
سب ہوئے تجھ سے ہویدا بے گماں
درمیان کے چار اشعار بھی دیکھ لیجئے:

جب عوالم تجھ سے ہو دیں واصلین
ہل رخصت با محمد مصطفیٰ ﷺ
جب نبوا یہ عہد تجھ سے آشکار
ہر طرح تیری رضا منظور ہے

مولانا خیر الدین نے اس کے بعد انہی عسا کر اور علامہ ذرقانی کے حوالے سے
"لَوْ لَا كَيْفَ لَمْ تَخْلُقْهُ الْوَلَدِيَّةُ" کی حدیث قدسی بیان کی ہے اور پھر مدحِ اثنائے سرورِ کائنات
علیہ السلام واصلوۃ میں یوں ترزاں ہوئے ہیں۔ (۵۶- اشعار میں سے)۔

حق تعالیٰ نے یہ فرمایا عیاں
میں کیا پیدا یہ دنیا باغزور
اس لیے تا میں کروں ان کو مدام
جو کہ تیرے ہیں مراتب بے شمار
گر نہ تیری ذات کا ہوتا ظہور
جن و انس و سائر اہل زمین
جو سوا ان کے عوالم بے شمار
بلکہ میرا بھی نہ ہوتا کچھ ظہور

ہے طفلیٰ جملہ جو شاد و گدا
ابتدا و انتہا کا وہ نشان
کنست کھنڈا کا وہی سر نہاں
اس نہاں سے گر نہ ہوتا یہ عیاں
ہے وہی ایمان جملہ عارضیں
اس رضا جوئی سے جو مجبور ہے
گرچہ ایمان کا کرے وہ رادعا
ہے اسی کا بس رضاؤ کردگار
میم سے مستور ہے وہ در جہاں
ہے الف سے راضا وہ سرفراز
حمد ایزد اس پہ دائم ہے غار
عاشق و معشوق وہ یکساں قدیم
کیونکہ مخلوق ہے وہی نور میں

رہے کریم جل وعلا نے حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کو اپنی بیعت
فرمایا (۱۵۳) مولانا خیر الدین خیوڑی دیوبند اس سے یوں مزالیتے ہیں (سارے اشعار میں

یا محمد ﷺ سر سبز ہی ہے نہاں
بھی جو خلقت اس میں اہل بار و نور
عارفان رجبہ خیر الانام ﷺ
ان سے ہوں دو ماہرین نہیں و نہار
پھر تو کب ہوتا ظہور بار و نور
جملہ افلاک و ملک عرش بریں
کچھ نہ ہوتا ان سے بزرگ آشکار
رب نہ کہتے مجھ کو اہل بار و نور

ہے وہی شاہ شہاں بے امتزا
وہ نشان بے نشان بے گماں
اس نہاں سے یہ ہوا جملہ عیاں
تب عیاں ہونا نہ خفاں جہاں
عارقان صادقان واصلین
وہ متعلق حق سے بے شک دور ہے
ادعا سے وہ نہ ہو اہل رضا
ہے رضائے ایزدی اس پر شمار
تاہی بھی اس کے سر پر بے گماں
نام احمد ﷺ حمد ایزد بے نیاز
حامد و نمود وہ یکساں نگار
اس پہ دائم خلافت خلق عظیم
احدیت کا سر باطن ہائیں
رہے کریم جل وعلا نے حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کو اپنی بیعت

سے پہلے):

وہ خیر الوری رحمۃ اللہ علیہ ہے اپنا
خود یہ فرما ہے غلاق یہاں
ہو کہ میرے دست پر دوے میں
نور احمد رحمۃ اللہ علیہ جب ہو نور خدا
پس یہ ہے فرمان غلاق امام
جو کہ ظاہر میں ہو محمد سے فیض یاب

کافی و کافی وہی ہر آن ہے
گر نہ ہو وہ دیکھ کر کائنات
بود ہم نامور اس سے اسے اٹھ
گر نہ ہو امداد اس کی یک زماں
پس مفیض جملہ ہے وہ بالیقین
کب ثنا اس ذات کی امکان ہے
"خاتمہ الصبیح" کے حور پر مولانا نے جو سترہ اشعار کہے ہیں ان میں سے بھی چند
حاضر ہیں:


حمید ایزد کس نہاں سے ہوا ادا
معرفت احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہاتھ دین چا
صد ہزاراں عکبر حق با صمد مفا
جو اس کے سئے ہوا ہم کو عطا
دُر عرفان زب تاج اصفا
یا الہی! اس دُر عرفان سے
دُرِ قلب مومنوں کو بخش نور
نور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے وہ بس سرشار ہوں

"خیرانا مصداق" میں سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور مدینہ سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی منظوم تعریف

"خیرانا مصداق مدینہ الانصار" میں شہر کرم شہر سرکار رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کی اخصیات
بہت کرنے کے لیے مولانا خیر الدین ثناء کی نے نثر اور نظم میں قلم اٹھایا ہے۔ نثر میں کافی ہندی کا
اجتناب ہے اور سچ ہے کہ ان کی نثر کسی طرح فکر سے کم شعریات کی حامل نہیں۔ لیکن ہم فی الحال
ان کی نظم فارغین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

سرورق ہے "لا تُفْسِدُوا بِلَادَ الْفُسْكَدِ وَأَنْتُمْ حِلٌّ فِيهَا الْبَيْدَا" (۱۵۳) کے سایے
میں کتاب کا نام درج ہیں۔ مصنف شاعر کا نام یوں رقم ہے۔ "از نسایف حصیف و رصین
بسنده مسکین محمد خیر الدین حسانه اللہ عن شر الحاسدین"۔ پیچھے تحریر
ہے۔ "در مطبع ہادی المطابع بحسن الاصابع مطبوع گز دید"۔ دوسرے سرورق
پر طالع کا نام یوں درج ہے۔ "بسمیق البیق و شیق الاصابع حشی محمد ہدایت اللہ
ضالک ہادی المطابع طبع شد"۔ صفحہ ۷ پر "اعلان خوش زبان" میں مطبع کا پتا بھی ہے
مکان نمبر ۱۴۱۔ برہن روڈ کلکتہ۔ کتاب ارنالہ حاصل کرنے کا پتا "نظام بین"۔ مکان نمبر ۹۔
امر تہ۔ لین کلکتہ شہر درج ہے۔ قیمت ۱۲ روپے اور سن اشاعت ۱۳۱۵ء ہے۔

ہم مولانا خیر الدین ثناء کی دیوی کے یہ اشعار ان کی کتاب سے ملکی صورت میں پیش
کر رہے ہیں۔ پہلے بار صفحات کے اشعار تو کتاب کا آغاز ہیں۔ اس کے بعد مختلف موضوعوں پر نثر
کے بعد اشعار دیے گئے ہیں۔ چونکہ ان سب کا موضوع ایک ہی ہے شہر آقا و مولا (علیہ السلام)
واللہ) کی مدحت اس لیے ہم انھیں الگ الگ نقل کرنے کے بجائے مسلسل پیش کر رہے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

<p>محمد مصطفیٰ جملہ خلائق محمد مدین جملہ حقائق کیا پیدا خدا نے جو عوالم تو افضل اونہیں جو نزد خدا ہے جو اقول ہے فضل اور اجل تو او سے اصل احمد برکات ہے وہ رزق کثرت کثرت دار ہے وہ باطن احدیت سے مصطفیٰ وہی ہے برزخ کبیری بلاریب وہ حیات اللہ حبیب اللہ بیا ہے وہ ظلمات تو سط سے مسترا</p>	<p>مدینہ ہے بلا حاشہ پہ فائق مدینہ مخزن اہل دقایق ز فوق و تحت دیگر جو اووم وہی مخصوص بہر مصطفیٰ ہے وہ ہے نور قدم نزدیک اکمل احد ہے میم فیض کسبیا ہے وہ فیض احدیت ہے اتر ہے وہی بندہ حقیقت میں خدا ہے او وہ خالق اور مخلوق عجیب ختم جبر خدا نے جب کیا ہے جسم نور شرکت سے مسترا</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

<p>وہی نور قدیمی ذات ابدی وہ اقل آخر و ظاہر وہ باطن وہی ہے شاہر جملہ حقائق ہو ہے اور جو ہوتا قیامت وہ سب او پر مایاں چون کفایت یہ مضمون حدیث مصطفیٰ ہے</p>	<p>وہ فضل ہے مستثنیٰ و صری وہ ناظر حاضر غیاب و مواظبن کہ وہ اتمی وہی اصل حقائق ز خیر و شر بھی ذلت کرامت کہ ہستی کو ادیکل ذات سے بہت جو از ابن مسعود وہ پر صفا ہے</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

قد اخرج الطبرانی عن ابن عمر علیہما السلام انہما قالوا قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی آلہ وخصایہ ذوی البیوت ان اللہ قد رفع
لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کما انظر الی الخلق

<p>نہ سایہ او نگاہ سایہ چنڈا یا وہ صفات کلام اللہ پہ آیا بشر ہوتا اگر وہ در حقیقت تو وہ عبد خدا ہے در شریعت تو فضل اور اجل کے سزاوار جو وہ بلد امین شہر خدا ہے وہ گرچہ شہر ایزد پر لطافت جو میں ظلمات در گاہ خداوند محبت کا وہ خلعت ہے موقد جو اسامائیں میں اس کے فضل</p>	<p>کہ پتلی میں وہ سایہ ہے سما یا تو اگر او سننے یہ معنی بتایا تو سایہ کیوں نہ ہوتا در طریقت وہی واللہ خدا ہے در حقیقت وہی یکتا اوسے سے جملہ شر شار تو او سین مولد غیب الورا ہے وہی احمد سے او کو ہے شرافت تو او نہیں جو کہ فضل اور دلبند تو وہ مخصوص ہے بہر محمد بسی فضل میں جو اجل اور اکمل</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

محمد اور احمد وہ عیان ہے
وہ بین مخصوص بہر ذات احمد
وہ ہے پیغمبر ہم باہم لاریب
بنات جملہ عالمین جو فضل
وہ نعت سید خیر الوراء ہے
رضا او کی رضا کے گریا ہے
غضب او کا کسی پر ہونہ ظاہر
ازیت جیسے ہو خیر النساء کو
جو ایسی ذات مقبول خدا ہے
جو ذریات و عسلہ عوالم
وہ سرور جوانان چنان ہیں
جو حب او کی وہی لاریب ایمان
وہی ایمان رضا کے مصطفیٰ ہے
اہانت او کی بس کفر و جفا ہے
جو اہل بیت کا موزی بہان ہے
ہوا او کی شہادت سے جو منکر
محبت او کی ہے انسان ایمان
تو وہ حسین جو نور خدا ہیں
علی الاطلاق سیدۃ النساء جو

وہ از اسرار ایزد بگیمان ہے
آحق باہم ہے جو نور ایزد
نشرہ قید یسی سے نہ کچھ عیب
وہ ہے زہرا کے اطہر اور اگل
وراین وہ ورانے اورا ہے
رضا کے مصطفیٰ امتر ہے
کہ وہ غضب خدا ہے نر و ناہر
تو ہوا سے ازیت مصطفیٰ کو
تو وہ مخصوص بہر مصطفیٰ ہے
تو دین حسین او نہیں ذی مکام
چنان میں سبے فضل و عیان ہیں
وہی ایمان رضا کے خالق جان
نہ اوس ایمان سوا ہرگز وفا ہے
یقیناً وہ جفت بہ مصطفیٰ ہے
وہ ملعون خدا کے دو جہان ہے
شریعت میں وہ ہے لاریب کافر
نہ انسان جو تو کیا ایمان انسان
تو وہ مخصوص بہر مصطفیٰ ہیں
وہ ہے کبریٰ خدیجہ ذات خوشخو

نہا جملہ جو فضل در جہان ہیں
سلام اللہ سے دائم وہ معظم
نہا کے مصطفیٰ دیگر جو عظمیٰ
وہ ائمہ المؤمنین ہیں در مقامات
وہ جملہ طیبہ از نفس ظہیر
جو خواہ تھا سے افضل بگیمان ہے
خلیل اللہ جو ہیں وہ قلب توحید
سرافیل و دیگر میکال و جبریل
تو اوس خلوت کے وہ ماہر نہ نہاد
کہ اوس خلوت کے اسرار نہانی
وہ ہیں بیشک نشرہ از نشانی
وہ ستر ستر کے اسرار جانی
وہ میم احمدی معدوم کو سجا
کہ ستر احدیت سے جو احد ہے
نہ اوسجا کام ساجد اور سجد
نہ بین تو کی واپس کچھ جدائی
نہ ابراہیم کی سجا رسانی
تو کیا اسکے سوا قول بیانی
بگو شش ہوش بشفورانہ جانانا

تو فضل اونے وہ کبریٰ عیان ہیں
کہ وہ مخصوص بہر ذات اعظم
فضیلت میں وہ بیشک بعد کبریٰ
کہ وہ از و اچ ذات کمال بہر ذات
کہ وہ مخصوص بہر ذات اطہر
وہ فوق عرش خلوت لامکان ہے
وہ جہا دنیا ہیں اہل تجسید
ملا لگ ہیں جو ہیں وہ اہل جہل
نہ اوس دربار میں او نکو کہے بار
مکائی کے نہ لائق لامکانی
کہ ستر احدیت سے ہیں وہ نشانی
نہ جا نکو اوشہ کچھ حاصل نشانی
محمد ہی محمد سے نسبتاً
وہی قائل وہی ساسع قصہ ہے
نہ اوسجا نام عابد اور معبود
وہی یکتا و بان حبیبی خدائی
نہ جبرائیل کو او سجا رسانی
وہی سبحان ربی لامکانی
نشان ہے نشانی ستر او نا

صفت پر ذات جب ہو نور افشان
اوستی و دلی عد سے لامکان میں
ملے دو قوس جب اول مکالمین
بنائیک داسرہ اوس بے نشانین
تو ستر گشت گشترا جو نہانی
وہ محبت ذات کیت اجا وانی
جو آب بحر ہو دریا میں زخار
تو دریا سے نہ ہرگز وہ جدا ہے
رہا جب میم پر عرش مقدس
ہو جبکہ احد پیر مستنیر
وہی قائل وہی مسلح یکے دان
بیان لامکان ستر نہانی

چو جبرائیل پر وہ ستر پیدا
چو مری عاشقوں پر وہ ہویدا

تو اوس خلوت سے ہے مخصوص طہ
مراتب میں جو رتبہ بسکہ امجد
علی الاطلاق اوسین جو شفع
وہی اصلی شفیع المذنبین ہیں
شفاعت کے جو ہیں انواع و اقسام
کہ وہ شرکت سے دائم ہے مہترا
وہ ہے کلی شفاعت نزو ایزد
تو اوسکا جو مقالہ ہے وہ شفع
طفیلی اونکے دیگر شافعیں ہیں
تو بھین وہ اصلی ازل انعام

جو در روز قیامت شافعیں ہیں
تو اول سب کے شاہ مرسلین ہے
تو وہ جملہ شفاعت نزو ایزد
بھی غلطی جو شفاعت نزو غفار
کہ تو ان غضب ہوا سے مسدود
تو وہ رتبہ ہوا مخصوص لاریب
وہ خلفا جو کہ بعد از انبیا ہیں
نبوت کا نہوتا کہ عظم کار
تو وہ وزراء کے شاہ دو جہان ہیں
انصاف اُنکے از قرآن ہویدا
تو وہ مخصوص بہر ذات احمد
جو انخوان انصاف در جملہ عالم
شمار او بکا شمار انبیا ہے
مظاہر انبیا کے وہ عیان ہیں
علوم انبیا سے وہ مکرم
اگرچہ وہ طفیلی بیگان ہیں
وہی ہیں حاملین دین سلام
چو پروانہ وہ بر شمع خدا ہیں
وہ جان و مال سے احمد پر قربان
وہ بارہ قسم جملہ بالیقین ہیں
بھی آخر بکے وہ نور مسبین ہے
ہوئی ہے بالا اصل بہر احمد
نہ ہوا دیکے سوا دیکر سے زہار
کرتے جملہ مطلق حمد مسدود
برائے ذات احمد جو کہ بے عیب
صحابہ میں وہ فضل اصفیا ہیں
تو ہوتے وہ نبی ہیں نور اچار
وہ مدد جان خلاق چنان ہیں
کہ اوس شمع خدائی پر وہ شیدا
کہ ورد او بکا محمد یا محمد
تو اصحاب مکرم سے نہ اکرم
شمار او بکا شمار اولیا ہے
مناظر کبریا کے بیگان ہیں
نبین بل اونسے فائق وہ معظم
وہے بر تر اسیل و شمع عیان ہیں
وہی ہیں دین سلامی کے اعلام
خدائے خلق پر وہ سب خدا ہیں
کہ صد جان او نکو اوس جانے ہیں

وہ صاحب مخصوص یا مصطفیٰ ہیں
جو درجہ عوالم اولیا ہیں
تو فضل اولیا کے مصطفیٰ ہیں
قلوب ان کے چو قلب انبیا ہیں
اگرچہ وہ طفیلی در مقامات
جو جملہ معجزات انبیا ہیں
تو ان سے بے یو و لیک کی کرامات
کرامت کے جو منکر اشقیاء ہیں
جو منکر معجزات انبیا ہیں
تو جملہ اولیا کے مصطفیٰ جو
تو وہ چون انبیا ہیں در مقامات
نبوت کا نبوت اگر ختم کام
وہ مخصوصان است مصطفیٰ ہیں
کیا پیدا خدا نے بب اُمم کو
تو گنتم خیر است او نہیں افضل
ہوئی تو یہ محمد سے یہ پیدا
ہوئیں دیگر اُمم پیدا جہان میں
ز نور انبیا کے خویش لاریب
تو احمد اور او خین بالیقین ہے

وہ خاصان دیار اجتبا ہیں
بھی درجہ اُمم جو اصفیا ہیں
جو اس امت میں جملہ اتقیا ہیں
علوم ان کے ز علم مصطفیٰ ہیں
اصیالوں سے وہ برتر و کرامات
ز آدم تا بسیدہ اصفیا ہیں
جو اس امت میں وہ عالی مقامات
وہ منکر معجزات انبیا ہیں
وہ ملعون جناب کبریا ہیں
وہ اس امت میں دائم خوب خوش
بجائے سجزہ او کی کرامات
تو ہوتے وہ نبی دروین سلام
وہ امت میں بے اہل و فاقا ہیں
کیا تقسیم پیر او پیر ہم کو
ہوئی برتر اُمم سے بسک اکل
تو چون پروا نہ ہے او نہ شیدا
ز آدم تا بے در میان میں
حدیثوں سے یہی روشن بلاشب
توسط انبیا و مرسلین ہے
نعم جملہ سے فائق دید یزدان
اُمم بھی انبیا کے پاک اطوار
تو یہ امت اُمم سے جو کہ اکرم
یہ مثل انبیا او سے مکرم
طفیلی کے طفیلی وہ اُمم ہیں
تو یہ امت جو فضل بر ملا ہے
عبادت کے بے جو روز فضل
تو یہ امت ہوئی او سے مکرم
وہ روز و شبناو سے فضل
لیالی میں جو یس قدر فضل
جو یس مولیٰ فیہ الورا ہے
تو وہ دونوں لیالی جو کہ مخصوص
مہینوں میں جو فضل ماہ رمضان
وہ دونوں ماہ جو مذکور بالا
کے بونہیں جو فضل ہے وہ قرآن
علوم میں جو فضل علم باطن
تو وہ مخصوص بہر ذات احمد
نہ ہر دو علم سے مخصوص زینبار
کہ ظاہر اور باطن سے وہ جامع

وہ احمد کے لیے مخصوص ہر آن
طفیلی او کے ہیں در دید غفار
تو بیشک دیدار یزدان میں مقدم
کہ تابع ذات احمد ہے یہ ہر دم
کہ اس سے وہ پستہ ہم ہیں
تو یہ مخصوص بہر مصطفیٰ ہے
وہ روز جمعہ اجل اور اکمل
طفیلی صاحب خلق معظم
کہ ہے او میں ظہور ذات اجل
تو افضل او سے بیشک نزدیک
کہ رحمت اس میں بس بے انتہا ہے
محمد اور احمد سے وہ مخصوص
تو مولیٰ شہر فضل او سے ایجاں
وہ دین مخصوص بہر شاہ ظالم
تو وہ مخصوص بہر ذات فرقان
کہ وہ چون روح در جلا موطن
محمد علم ظاہر سے وہ انجند
کوئی از انبیا نزدیک غفار
شریعت بھی حقیقت سے وہ لایع

سوا ذات حبیب اللہ انور
وہی دار علوم کبریا ہے
وہ سچ کبر علم پر صفا ہے
تو ان علم نے وارث ہیں یہ علم
شریت بھی حقیقت اون پر ظاہر
نہ مومن پر علوم خضر ظاہر
اگرچہ خضر ہی از انبیا ہے
علوم غوث ایزد کبر رتقار
وہ بیشک از علوم مصطفیٰ ہے
نہو دے خضر کو اس جاسارائی
کہ تہی علم خضریٰ جو کہ ظاہر
یہ خضریٰ مصطفائی مشربان ہیں
غرض جو چیز فضل ہے جہانین
وہ سب مخصوص بہ مصطفیٰ ہے
جو مطلوب خداوندی نصا ہے

تو کیوں کر اب خجوری سے ارادہ
شما او سکی کہ جکا حق رضا جو

مدینہ مہدین جسد سکینہ
کہ ہے جتے ہویدا ستر لولاک

تو شہر ہون میں جو فضل ہے مدینہ
تو وہ مخصوص بہر مرقہ پاک

کہ خلق خلق سے یکتا وہ مقصود
شفیع خلق اس سر قد میں دائم
وہی روح عوالم بالیقین ہے
اوسکی خاک پا زرش زین ہے
وہی لاریب ہے رب العوالم
وہ مرقہ فضل عرش برین ہے
جو ہمایہ ہے اوسکا وہ مدینہ
تو کیونکر ہون کے سے وہ فضل
اگر ہوتا بلاد اللہ میں افضل
تو ہوتا اوسین لاد مرقہ پاک
تو اب ثابت ہوا نزدیک اکمل
وہ لاد منظر ذات خدا ہے
وہ لاد منظر نور خدا ہے
خدا اوس مصطفیٰ کب جلد ہے

خجوری کا جہان بچتا خدا ہے
وہی فضل اوس پر دل خدا ہے

مدینہ سب سے فضل علم پر نور
دلیون پر نہ کچھ میری نظر ہے
کہ کوئے یار فضل ہے خطر ہے

عقیدہ ہے یہی جو کچھ کہ مذکور
دلیون کا نہ اوسین کچھ گذر ہے
کہ لاد یہ محبت کا اثر ہے

کہ وہ جس شہر میں مندر نشین ہے
 اوسی میں نور ایمان اور دین ہے
 کہ وہ پیش نظر ہر دم عیان ہے
 اوسیکے نقش کا یہ دل نکیست
 جو گوش ہوش میں او کی نہا ہے
 کبھی میں شرق میں باسیند بریان
 گئے چون باد در ملک شمالی
 پریشان خاطر و حیران پھرون میں
 شراب خون کتاب دل خدا ہے
 یہی ہے درد ہر دم اس زبان ہے
 کہ ہووے میرا مدفن وہ مدینہ
 مدینے کی زمین ہووے نہ خرمند
 تو صحرائے مدینے کے درندان
 تو جسم و جان مدینے پر فدا ہو
 توئی ربی توئی مقصود ایمان
 تو روز حشر لا بد یہ مقالی
 شفیع رسل عند اللہ لاریب

خیور می کو تو واللہ یہ یقین ہے

کہ احمد ہی شفیع المذنبین ہے

من نہ گنم در زمین و آسمان
 در دل مومن گنم کہ عجب
 اہلہا ان تعظیم سجدہ میکنند
 آن مجازست این حقیقت بخیران
 مسجدی کان اندرون اولیات
 کعبہ ہر چندی کہ خانہ بیزاوست
 چون ویرا دیدی خدا را دیدی
 خدمت اطاعت و حمد خداست
 تا دل مرد خدا نامد بدرد
 یہ فرمان عثمانی پروردگار
 قسم مجھ کو اس شہر کی اے رسول
 یہ تیرے قدم سے ہوا بس امین

جو ہے خاک نعلین خیر الورا
 نہ غیرت کا ہرگز یہ ہے اقتضا
 بھرم جیسی بر اس سبب
 کہ جس طور با خاک نعلین ہے
 لہذا تم کھائے ربُّ اللہ
 جو قدمین تیرے سے حرمین میں
 ملا تیرے قدموں سے او کو نصیب
 صفا کو دیا تو نے عبد با صفا
 جو ہے چاہ زمزم میں تیری چاہ

بلکہ گنم در دل بشک شکان
 گر مرا جوی دران و لہا طلب
 در جفا سے اہل دل جدہ کینست
 نیست قبلہ جز درون سروران
 سجدہ گاہ و جلد است آنجا قدرت
 خلقت او نیز خانہ بیزاوست
 گرد کعبہ صدق برگر ویدہ
 تانہ پنداری کہ حق از وی جدت
 یہی قومی راحندار سوا نکرد
 کہ ای باعث خلق ہر فرد و نار
 کہ حسین کیا تو نے لا بد حصول
 یہ ہے آمنا اوس کے نازنین

قسم کھائے او کی خدا کے سما
 کہ دائم قسم کھائے تیرے خدا
 نہ ہے اس میں تعظیم ایسی نصیب
 کہ نعلین افضل ز کونین ہے
 بخاک کعبہ پاسے خیب و لارا
 وہ دو روز جہان میں شرفین ہیں
 ہوا کعبہ کعبہ ز کعبت کعبت
 بھی تیری مروت سے سروہ ہوا
 تو وہ چاہ تیری سے ہے اہل جام

نہ ہوتا وہاں آئینہ کا ظہور
 تو ہرگز نہ ہوتی دعائے خلیل
 نہ اوسطرت ہوتا وہ شدتِ احوال
 نہیں بلکہ اوسکا نہ ہوتا نشان
 نہ ہوتا مدینہ جو ہجرت کی جا
 تو ہوتا نہ وہ منظرِ کر و کار
 جو ہے جائے روضہ زفرشِ زمین
 جو ہے خاکِ پاکِ مدینہ حبیب
 وہ محلِ بصیرتِ برائے ضرب
 روانے دلِ درد مند ان سدا
 وہ تیرے قدم سے مشرقِ مکان
 نہ تجلو کسی چاند سے اختر
 وہ زمانے اسطور سے دمدم
 خدا کو اوسے خاکِ پا کی قسم
 نہ ہر کوئی استی اہل حکم
 کہ ہے لامکانین قدم کا نشان
 وے اوسے جولا مکانین نگار
 کہ با خاکِ پائے تو مار تسم
 جیسی کواوہ کی قسم دمدم
 یہ کسی قسم کیا وہ تر تسم

خجوری محمد کی جگو قسم
 کہ حقِ حقیقت تو کربِ رقم

نہ ماہرینِ اوستے وہ سیر خدا
 محمد حقیقتِ مین سیر قدم
 وہ کعبہ جو ہے عکسِ خیلِ لورا
 خدا جانے اونکو جو میں مصطفیٰ
 قدم کی قسم ہے یہ سیر قسم
 یہی سیر اوسکا یہ سیر خدا
 یہ سیر سیر جسا و جسا

جو ہے دہشتِ محبوبِ خیر لورا
 جو ہے ناکس و پکا وہ بینِ لانا
 وہ جائے جو ہے سبکِ مصطفیٰ
 یہ کعبہ خلیل وہ کعبہ خلیل
 کیا اوسکی تفسیر لایہ خلیل
 کیا اسکی تفسیر شک خلیل
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي حَقِّ آدَمَ سُبْحَانَكَ خَلِيقَتِ طِينٍ آدَمَ بَيْدَتِ قَلْبِي
 صَبَاحًا كَذَا فِي التَّجْدِيدِ

گداپے محمد جو در کائنات
 کہا اوسکو بیٹی خدا ایک بار
 کہا اوسکو یا عیدی ہفتا بار
 یہی خانہ پیرِ آبرار سے
 یہی خانہ ہے کعبہ انقیار
 اگرچہ یہ کعبہ مطافِ کبار
 ہمہ حجاز شود کو چوچینِ مدام
 وہ قبلہ نما ہے قبلہ ضرور
 جو ہے دیدار اوسکی وہ دخیار
 وہ کعبہ سے فضلِ بیدیتات
 کہ ہو پاک بہر طوافِ کبار
 کہ یہ مسکن ذاتِ پروردگار
 وہی خانہ سیرِ اسرار ہے
 وہی خانہ ہے کعبہ کبریا
 وے اوسکا طائف وہ لیلِ منہار
 یہ چوچینِ قدم اوسکا یا حترام
 مطافِ الہی وہ سیرِ ضرور
 خدا دیدار اوسکی سے ہو کب جدا

خجوری وہ ہے ویدہ مصطفیٰ
 تو دیدہ خدا ہے وہ دیدہ خدا

جو ہے شہرِ مکہ مین کعبہ عیان
 مدینے مین مین جب شفیع لورا
 جہانِ مصطفیٰ ہے وہاں پر خدا
 تو لاہر وہ افضل نہ اسین گمان
 تو افضل وہ لاریب نزد خدا
 جہاں پر خدا ہے وہاں مصطفیٰ

خدا مصطفیٰ سے نبوت جدا
 بیان مصطفیٰ اور خود وہ خدا
 وہ شمع جو ہے منظر فیض جو
 تو کیونکر نہ افضل جو شہ حبیب
 یہ لاریب آظہر دلیل بین
 ہوئی شرف کعبہ و عرش بین
 مدینہ جو انگشتی ہے عیان
 معزز نگینے سے انگشتی
 جو افضل ہمہ چیز نزد خدا
 حبیب خدا پر وہ جملہ شمار
 تو جو ہے افضل بھی مختار ہے
 تو افضل مدینے سے ہوتا اگر
 تو ہوتا وہی سکین مصطفیٰ
 بھی ہوتا وہی منظر کردگار

خیوری یہ مقبول نزد غفور
 کہ سکے سے افضل مدینہ ضرور

خدا فرما چکا قرآن میں لاریب
 وہ آدمی پاس تیرے چشم گریان
 وہ ہفتار پر ہوں جبکہ شہید
 کر رہے اوکے لیے توجہ شفاعت
 کما حقہ قابل قتل کرمیا
 کہ نگار ان امت ہیں جو پر حبیب
 طالب غفران کریں باسید بریان
 مدد اوکی کریں تو بھی ہویدا
 تو بخشے پھر خدا اوکی شفاعت
 کو جدد والله تو اب ارحم

وہ تینوا مرہوین جبکہ موجود
 وہ ہوں مقبول توبہ نزد جان
 یہ فیض مصطفیٰ جبکہ دائم
 وہ مقبول شفاعت نزد ایند
 یہ جاری فیض و شفا ہے شب و روز
 تو اب کیونکر نہ ہو سکے سے افضل
 تو بخشے اوکی عصیان رب محمود
 کہ ہے اوپر ہمیشہ رحم یزدان
 شفاعت پر ہمیشہ بین وہ قائم
 کہ ہووے جسے غاصی پاک بعد
 قیامت تک بصدادہ پڑ سوز
 مدینہ پر سکینہ شہرا جمل

خیوری کا یہی لاریب الیقان
 مدینہ با سکینہ عین ایمان

وہ اول وہ آخر و رف و رحیم
 وہ نبی نقاب رخ دلربا
 وہ سلاحد ولی جو ہے مہربین
 وہ ہر دو نمودار از یک حجاب
 وہ ہے اتم اتم اور اتمی لقب
 وہ ہے روح اعظم وہ حب قدیم
 وہ رفیخ خدا ہے وہ رفیخ الہ
 وہ ہے مطلق وہ شان عجیب
 وہ ظاہر وہ باطن وہ بیشک عظیم
 حدوث و قدم میں وہ ہر رخ سدا
 وہ لیل قدم جو ہے نازنین
 کہیں جبکہ احمد رسالت مآب
 وہی آدم و آدمی کا نسب
 وہ ہے پدر ارواح خلق عظیم
 وہ خلق خدا کی ہمیشہ پناہ
 مقتدر نہ ہرگز وہ نزد حبیب

وہ سر عوالم وہ مقصود ہے
 خیوری کا ہر دم وہ مسجود ہے

ہوا فرمان ایزد حب ہویدا
 تو کر کے سے ہجرت اب نمودار
 رہیں خواری ذات میں یہ کفار
 کہ اسے محبوب دلہا تجپہ شیدا
 کہ ہوں خلقت میں ظاہر و سہرا
 کریں تجھ خدا دل جملہ نصار

خدا یا تب ہوا میں رخت بردار
تو لہ گاہ میرا ہے جو پُر نور
ہو رحمت کا چشمہ میں سے نوار
جو ہے کے عین کعبہ تیرا خانہ
سما جلی خلیلی وہ بنا ہے
جو بندے خاص تیرے تہ پر قربان
وہ لا بد مجھ دامن بسکہ شیدا
وہ ہے بلدا میں امنہ جب
جو وہ بلدا میں دل پر لگین ہے
جہانی اوسکی مجھ ناگوارا
وہ ہے نزدیک میرے بسکہ محبوب
جو ہو نزدیک تیرے اے خداوند
وہ ہو خیر بلاد اللہ مندا یا
وہ ہو محبوب ہر چہ شمع پیدا
وہ ہو ہے جامع خبتن لاریب
وہ ہو محبوب تر نزدیک غفار
وہ ہو محبوب تر نزدیک احمد
تو دے اوسین سکونت بکودام
حیات دنیوی و دینی رہے شاد
کرون میں فتح اوس بلدا میں کو
تو لہ گاہ میرا حسین پُر نور
کرون میں پاک کعبہ مشرکین سے

طلوای خاص بندوں کوہ مسرور
خدا یا جو کہ ہمدار نہانی
جو درد و سوز است کا جنان میں
اگر بخشین تو او کو تیرے لائق
ملوث جبکہ آدین وہ گنہگار
وہ جاوین چشم گریان سینہ بریان
وہ تیرے پاس با ایمان آدین
کہ وہ میری شفاعت کے سزاوار

خیوری بھی طفیل جملہ زوار
رہے ریدار احمد سے وہ سرشار

کیا مقبول حق نے اوس عا کو
ہوا فرمان حق یا نور ثوری
وہ ہے شہر مدینہ با سکینہ
کرون میں اوستہ نصرت کا ذینہ
کرون میں فتح کہ جو مستینہ
جو آوین زائرین اہل سفینہ
جو ہے تیری شفاعت میں رزینہ
جو ہے دربار تیرا بس رکینہ
مشرق اوستے ہو عین امینہ
نما سے اسکو جو ازل گینہ
وہ ہو نار مجہم میں رہینہ

کیا بندول احمد پر عطیہ کو
دل خلقت ہوا جسے سردی
وہ ہے لاریب رحمت کا خزینہ
عیان او نہر جو ہیں ژمر آئینہ
مدینے سے جو ہے از بس رضینہ
مدینے میں وہ جون باشج سینہ
تو ہو دین زائرین اوستہ تمینہ
کہ جبکا عرش ازل ایک زینہ
کہ ہے دل پر محبت کا گھینٹ
ہوا پیدا وہ از لطف لعینہ
کہ از ابن مغیرہ وہ قرینہ

خیوری جبکہ نفس سمینہ

تو کب مانے وہ کلمات مبینہ

محبوب کیا دیوان سے سرور کار
جیسی کا ہوا سکن جہان پر
منترہ ہے خدا اگرچہ مکان سے
وہ میرا خدا ہے در مدینہ
خدا کا استوا عرش برین پر
نہیں بلکہ اوسکا استوا ہے
قد مبوسی سے یہ فرض زمین ہے
مدینے میں جو نولاک ایمن ہے
وہی اصل وجود جملہ عالم
نہیں بلکہ وہی روح الہ ہے
محمد سے خدا پیدا ہوا ہے
نبوت وہ اگر پیدا زمین پر
وہ کعب کعب کعب ہیں زمین پر
وہی اصل فضیلت سے فضل
مدینہ جبکہ جابر مصطفیٰ ہے
بولی جب جلد صحیفہ جارقان
زمن و سکوک کے امانت ہے
کہ ہے تھا اوسکی عزت قرآن
بولی جب جلد کو تعظیم حاصل
تو کہ سے مدینہ کیون نہ فضل
طلب او کی ذیلون کو ہزار
وہی محبوب تر باشد کعبہ
زمان سے وہ قدیمی بھی نشان ہے
دل انگشتی پر چون نگینہ
مدینے کا ہوا فرش زمین پر
وہی دو نو پر ہی غالب سدا ہے
تصدق فعل پر عرش برین ہے
و ختم الانبیاء و مرسلین ہے
وہ ائم ائم اصل روح آدم
وہ روح روح خلقت کی پناہی
تو احمد پر خدا شیدا ہوا ہے
تو کب ہوتا خدا عرش برین پر
وہی عرش عرش برین پر
وہی نور خدا ہے سب اجل
تو کہ سے وہ فضل براب ہے
تو اوسکو ہے شرافت اتے ہر آن
جو ہو غل و وضوے پاک اظہر
وہ حرمت میں برابر مثل فرقان
جو ابر مصحفی سے نذر واصل
جو ابر طغاف نذر واصل

طہستان میں غنچہ ہے شگفتہ

یہ طفلان پر خیوری وہ نہفتہ

گل خشبوں در حاتم روز
بد و گفتہ کر مشکی یا عبیری
گفتا من گل ناپسند بودم
جمال ہمنشین در من آشکرود
ہوئی کہے سے کہے کو شرافت
شرافت بھی لطافت او نکو لاریب
تو جو اصل شرافت کا ہوا جار
وہ دار بادشاہ و دو جہان ہے
وہ دار نور ایمان با امان ہے
وہ در جہم جہان چون دل ہویدا
مدینہ مسکن نور خدا ہے
وہی نور زمین و آسمان ہے
اسکس قبہ جسد عوالم
وہی فاتح وہی خاتم بلا رب
در صلوات و تسلیمات ایزد
سبھی او کی آل پر جو چون سفینہ
صحابہ اور ازواج نبی پر
شمار جملہ شہداء خلد نق
الی ابدالابد ہر خطہ ہر آن
رسید از دست محبوب ہستم
کہ از بونے دلا ویز تو ہستم
و لیکن توتے با گل شستم
و گر نہ من جا خاکم کہ ہستم
علی کہے کو احمد سے لطافت
علی احمد سے بے نقصان و بے عیب
وہی اشرف وہی الطیف ازان در
جہان جنگہ قدم سے بانسان ہے
امان ایمان اوس سے در جہان ہے
تو اہل دل ہمد او سپرین شیدا
خدا پر جو خدا او سپر خدا ہے
وہی یکتا حبیب لامکان ہے
وہی یکتا وہی اصل او ادم
وہ شرکت سے منترہ ہے بلا عیب
تصدق باد ہر نور محمد
و گر او نیر جو بن اہل مدینہ
نجوم دین جو ہیں وہ جملہ رہبر
شمار جملہ سردار حقائق
منور نور بخشش چون زرقان

خیوری پڑھ تو اپنا ورد امجد
افشنت یا مستد یا مستد

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ تَسْتَعْرِضُ الْعَدُوَّ
تَقْدُومُ يَدُ وَامِيكَ الشَّرَّ مَذْجُ
وَسَلَامًا بَاقِيًا إِلَى الْأَبَدِ
لَا غَايَةَ لَهُ وَلَا وَهْنَ لَهُ وَلَا
أَمَدَ لَهُ

خیوری بھی قول ہے پر جمال
وہ دار خدا میں خدا کے جلال

یہ لاریب فرمان خیر البشر
کہ جو خویش میرے و دیگر عرب
نہ جانے کوئی دل سے اُنکے حقوق
منافق وہ ہے یا کہ ابن حرام
و یا حمل اوسکا ہوا با تسرار
کہ در حالت حیض حمل پس
تو جب خبیث باطن سے کی شرت
تو نہ کر ہوا وہ زخیب العباد
وہ منکر زخوشان خیر النور

درو خدا اون پر شام و سحر
مہاجر وہ آنصار اہل آدب
تو خالی نشان تین سے وہ علوق
زنا سے وہ پیدا ہوا لاکلام
بلا طھر در حالت جث دار
پلیدی میں لا بد ہو استقر
وہ ہے کتہ بعض بانوئے زشت
کہ ہر طور ہی اُس میں خبیث نہاد
وہ ہی آل طاهر کا دشمن سدا

وہ اہل عرب سے رکھے کب و داد
چہ چار کرے وہ ارائے حقوق
جو حرمین ہیں و اراسن و امان
جو سگان اکمین خواص و عوام
وہ ہمایگان خدا و رسول
مقدم شفاعت میں وہ بالیقین
بدینہ میں جو ستیان کرام
نہ گذرے کوئی کفر پر زینہار
جو سگان حرمین ہیں ستیان
جو اولاد ابن خبیثہ عیان
حقارت کریں اہل حرمین کی
اکمین او نگو حربی وہ قاسمی لان
خدا کا غضب منکر و سپر مدام
وہ موزیے سگان حرمین ہیں
وہ موزیے خیر النور ابگمان

کہ ہے دشمن ذات خیر العباد
کہ ہے خبیث نطفہ سے اُس کا علوق
وہ دار حبیبی شہرہ و جہان
حبیب خدا پر فدا وہ مدام
علیٰ حبیب ربہ وہ اہل قبول
مراتب میں وہ جملہ میں سابقین
تو ہو خاتمہ خیر انکلام
جو احبیبی ہیں نزد کبار
تو اُن پر کریں منکرین بدگمان
تو اُنکی مذمت کریں یہ بیان
ز حرمین بل شاہ نقلین کی
کہ حرمین ہرگز نہ جائے امان
وہ ابن سفیرہ وہ ابن حرام
وہ دارین میں بسکہ پر شین ہیں
تو ہے او نہ لعن خدا کے جہان

وہ ہیں جبکہ ملعون رب العباد
تو داکم خیوری سے او نگو عناد

خالد بن ولیدؓ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خدا
لا بظہورہ والمن اسے ہو جائے مومن
جملہ میں آسمان جملہ مکان و لاسکان
جو جہان و جہان خدا کو اس کے ہر زمان
ظاہر میں بندہ بالیقین باطن میں بالعلیہ
وہ عابد و مجتہد ہے وہ ساجد و سجد ہے
احمد مکان میں ایمان وہ احمد و احمد
و کوئی کلمہ جو ایمان کا معنی نہ آئے
عرش ہمدہ و عثمان کہ ہمدہ و عثمان
نعت مدینہ و جنات وہ مختلف و مختلف
اسے شافع جہر و نفع ہر جز و کل
در و در کی جہر و اکمل و اکمل
ہر جہر مدینہ و علم ہاد و نالہ پرا لم
اوس کی آیت پر یہ جان کہ ہر جہر و کلام
ہر جہر و کلام ہر جہر و کلام ہر جہر و کلام
اس شمع کٹر کر دگار دل و دستہ پڑا و

وہ کٹر نور کیر یا جان و جان و سپہ خدا
وہ نور یا جان کا وطن و ملک ہی میرا خدا
اوسے ہمیشہ میں ایمان وہ نور ذات کٹر
حب محمدؐ ہر زمان او کا وظیفہ ہر زمان
ہے نور قرآن میں قرآن ناطق و مصطفیٰ
وہ حامد و مجتہد ہے وہ شافع و روز جزا
ہے ہم ہر زمان و ہر زمان وہ وحدہ بین الوجود
وہ ہر مطلق جان جان حب خدا و کسکی خدا
یہ وردا و کائنات ہر زمان ہر زمان کمال
انہار و چون کہ روان ہر آن ہر صبح و صبا
وہ رافع و رافع ہر زمان ہر زمان ہر زمان
نامہ ہر زمان ہر زمان ہر زمان ہر زمان ہر زمان
یا سیدی ہر زمان ہر زمان ہر زمان ہر زمان
وہ طائف و روضہ و روضہ و روضہ و روضہ
جن و کلام و کلام ہر زمان ہر زمان ہر زمان
پڑا و کلام و کلام ہر زمان ہر زمان ہر زمان

آمد و آمدی یا حبیب محمدؐ یا حبیب
ہر زمان ہر زمان ہر زمان ہر زمان

اختتامیہ

مولانا خیر الدین خاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہر عظیم پاک و ہند کی مظلوم ترین جماعتوں
میں سے ہیں۔ ان کا فخر علمی درس و تدریس اور عقائد کیر میں ان کی خالصت کا دشمن مختلف عوام
میں ان کی مادیات حیثیت تصنیف و تالیف میں ان کی نمایاں کارکردگی علم و دانش اور تہذیب و فروغ
شعائر و جہی کے لیے مختلف مراکز میں ان کے اسفار و سفر۔ ان میں کون سی ایسی عادت یا کوشش
تھی کہ ان کے حالات کو پرہیزگاری میں رکھا جاتا۔ اگر ادا میں سے کوئی غیر معمولی ذہانت و اکاوت
کا حامل تھا اور بوجہ اپنے والد سے مختلف راستے کا راہی بنا تو کیا اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں
کہ وہ اپنے والد کے حالات نہ لکھے نہ نوکوش کر کہنوں کے خوف میں والد کی شاعری ہی کو تسلیم نہ
کرے۔ اور پھر والد کی دین سے گہری وابستگی اور محبت کی دشمنی میں ہندوؤں کا تابع و تابع بن
جائے۔ والد کا دینی شخص اور علمی شخص اسے غیر مسموموں کو غیر رسولؐ پر بھروسہ ہے ان سے
مدرسوں مسعودوں کا انتہاء کروانے اور انہیں خوش کرنے کے لیے تعمیری انتہاء دیا گیا ہے۔
اسے اپنے والد کی محبت رسولؐ ناموس رسالت کی کوششوں سے ناپسندیدگی اس کے
مخالف جہاد سے پرگاز کر دے۔ یہ کیا کیا والد اگر اپنے آقا و مولا احمد رسولؐ کی شان
کے خلاف کوئی فقرہ لکھا یا شاخہ برداشت نہ کرنے کی غیرت ایمانی رکھتا تو دنیا قادیانوں سے رہا
نہایت قائم کر لے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اول بعض اوقات اپنے دل یا پاپ کی راہ سے الگ یا مختلف راہ بھی اپنا
لیتی ہے اور اس کے لیے کوئی مذہبی یا سیاسی یا اخلاقی جواز بھی رکھتی ہے یا تلاش کر لیتی ہے۔ بعض
ناخلف اپنے والدین سے دشمنی کی حد تک بھی چلے جاتے ہیں لیکن اس خاصیت کی مثالیں کم ہوتی ہیں
کہ کوئی دین ہی کی نفی تعمیر کر دے یا اسلام اور غیر اسلام علیہ اصول و اسلام کی عزت و ناموس ہی
کو داؤ پر لگا دے۔

ایسا کہ مولانا خیر الدین خاں دہلوی کی دین سے محبت و عقیدت سے یوں انور ہونے کا ہندو

اتحاد سے آگے بڑھ کر متحدہ قومیت کے پرچارک بن سکے۔ حضور رسول کریمؐ علیہ السلام کی تعلیم کے بعد قومیت کا دعویٰ کرنے والے میرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کرنے لگے اس کے جنازے میں شریک ہوئے قادیانیوں میں ان کے چھکے نماز پڑھی۔ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے رنجیتر رسول اللہؐ کی تصویبوں کی اشاعت پر مسلمانوں کو خیریت اور تامل کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کی۔ اور پتا نہیں کیا کیا۔

۱۰۔ امام غزالیؒ نے تصوف کے واقعی تصنیف طریقہ سے تعلق ان کی حضورؐ پر نور ﷺ سے محبت واضح ہے۔ تصنیف دین میں ان کی کاوشیں سامنے ہیں انھوں نے حضورؐ کو موجودت باعشرہ قصور کا مکاتیب علیہ السلام و الصلوٰۃ کے آباء و ائمتہ کے ایمان پر دلائل و براہین سے پر کتاب لکھی وہابیوں کے خلاف تصنیف دلیف اور زبان و بیان کے ذریعے آواز اٹھائی کہ موسیٰ صلیا وراموس اہل بیت کی حفاظت کے لیے کارروائیاں کیں حرم کعبہ میں وقف کرتے رہے۔ قرآن مجید کے معارف و لغو میں پر سہا سہا رس دیا۔ شاہ نقشبندی سلسلے کے مجاز تھے لیکن وحدت الوجود کا پرچار بھی کرتے رہے۔ کسی کو ان سے مسلک یا کسی موضوع کے اعتبار سے اختلاف ہو تو اس کا اظہار کسی پر کیا گیا لیکن ان کے تذکرے میں سے غرض کا کیا جواز ہے۔ چنانچہ انھوں نے ابوالکلام پر لکھتے ہوئے چند سطور پر چند حیرتوں میں ان کی بات کی ہے۔ اسی طرح چنانچہ انھوں نے ان پر کی ہے وہاں ابوالکلام نے بھی اچھا پائرا لیا کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے کچھ حالات سب سے پہلے پروفیسر سید شفقت رضوی نے خاندان ابوالکلام کے حوالے سے بیان کیے۔ اور اب راقم الحروف نے ان کی نعمت کوئی کوساٹنے لانے کی نیت سے زیر نظر کام کیا ہے۔ ربیع کریم ان کی دین شعائر دین اور سرکار ابد قرار ﷺ سے محبت و عقیدت کو قبول فرمانے اور ان کی خاموش غلطیوں سے درگزر فرمانے۔

۱۱۔ ابوالکلام کو خانگی و الہیات محبت ہندوؤں، ہندو ازم اور تو دیانیوں سے تھی کاوش اس کا سوال یہ ہوا کہ اپنے والد سے ہوئی۔

۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳

- ۹۔ دینی نے نعمت (تفقدی و معلومی کتابی سند) تحریر کیا۔ سال ۱۲۰۳ھ بمطابق ۱۸۰۳ء۔
- ۱۰۔ "توقیع نوبہ" (مرتب) حوض الہ بن خانی (۱۰۲۳) مشمول "توقیع نوبہ" و "توقیع شہر" غرض کہ وہ تقریباً ۱۸۵۹ء میں ہندوستان سے تھوڑے عرصے کے لئے آئے۔
- ۱۱۔ شورش کشمیری۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۔
- ۱۲۔ ایوان اکرام آزاد۔ اولی و ثانی مطبوعہ ۱۸۶۸ء۔
- ۱۳۔ کتابت کے وقت تقریباً ۱۸۵۹ء میں ہندوستان سے تھوڑے عرصے کے لئے آئے۔
- ۱۴۔ دیوبند اور احمدیہ میں۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۔
- ۱۵۔ ۱۸۹۹ء میں ۱۶۔ تقدیم و تحریف از ذوالفقار علی خان شاہین پوری (۱۸۵۹ء کے بعد آپ ملک قیصر میں مقیم تھے۔ ۱۸۵۹ء کے بعد (جنگ آزادی) شروع ہوئی۔
- ۱۶۔ (آزادی) کے والد کو ہندوستان چھوڑنا چاہا اور دو کئی سال عرب و شام طائفہ میں رہے۔
- ۱۷۔ (انتخاب) الہیالی۔ ایوان اکرام آزاد۔ اول و ثانی۔ ۱۸۵۹ء میں۔
- ۱۸۔ درست نہیں۔ وہ جنگ آزادی کے بعد قیصر میں آئے تھے۔
- ۱۹۔ شفقت رضوی سید۔ ایک علمی خاندان۔ ص ۲۱۲۰۔
- ۲۰۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۱۔ ایک نام (مرتب) خطوط ایوان اکرام آزاد۔ جد اول۔ الف جلی۔ ۱۸۹۹ء۔
- ۲۲۔ ۱۸۹۹ء۔
- ۲۳۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۴۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۵۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۶۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۷۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۸۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۹۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۳۰۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۳۱۔ تحقیق (مجاہد) جلد ۲۔ شمارہ ۲۔ ناشر کا پتہ عدم اطلاع۔

رام۔ ص ۳۹۔

- ۱۸۔ ایوان اکرام آزاد۔ اولی و ثانی مطبوعہ ۱۸۶۸ء۔
- ۱۹۔ ایک نام (مرتب) خطوط ایوان اکرام آزاد۔ جد اول۔ الف جلی۔ ۱۸۹۹ء۔
- ۲۰۔ ایک علمی خاندان۔ ص ۲۱۔
- ۲۱۔ شورش کشمیری۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۔
- ۲۲۔ ایک علمی خاندان۔ ص ۲۱۔
- ۲۳۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۴۔ تحقیق (مجاہد) جلد ۲۔ شمارہ ۲۔ ناشر کا پتہ عدم اطلاع۔
- ۲۵۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۶۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۷۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۸۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۲۹۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۳۰۔ عبداللہ بٹ (مرتب)۔ ایوان اکرام آزاد۔ ص ۱۳۱۔
- ۳۱۔ تحقیق (مجاہد) جلد ۲۔ شمارہ ۲۔ ناشر کا پتہ عدم اطلاع۔

- ۱۱۲۔ ۱۹۶۹ء میں (پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ خط و روزنامہ) "مران
 اور خباہت" جہلم کے شماروں سے تحریروں کا انتخاب اور افضل حق قریشی (۲۲)
 ۱۱۳۔ پروفیسر پاک و ہند میں عربی فقہ شافعی - ص ۸۶
 ۱۱۴۔ ایک علمی خاندان - ص ۵۵
 ۱۱۵۔ کاروان خیال - بساط ادب ناہور - بار چہارم ۱۹۷۷ء - ص ۵۵۵۳
 ۱۱۶۔ ایک علمی خاندان - ص ۶۶
 ۱۱۷۔ اقبال - کلیات اقبال (اردو) - ص ۳۳۲ (ہالی جبریل - ص ۳۰۰ نزال میر کے کا مطلع)
 ۱۱۸۔ ایک علمی خاندان - ص ۱۲۱
 ۱۱۹۔ المیزان - ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۲ء - ص ۳ - بحوالہ "برصغیر پاک و ہند میں عربی فقہ شافعی -
 ص ۸۶ -
 ۱۲۰۔ شورش کاشمیری - ایوان کلام آزاد - ص ۱۶۱۵۱۶
 ۱۲۱۔ ایوان کلام آزاد - ادبی و شخصي مطالعہ - ص ۶۸
 ۱۲۲۔ خطوط ایوان کلام آزاد - ص ۶۱
 ۱۲۳۔ ایک علمی خاندان - ص ۲۲
 ۱۲۴۔ قاسم محمود اسیر - مطلع اسلامی انسائیکلو پیڈیا - شاہکار یک نواؤ خدائیں کراچی - ص ۱۰۵۶
 ۱۲۵۔ پاکستان انسائیرٹ آف ریلوے - کراچی - خصوصی جے نمبر ۱۳۰۸ء - "نرم سے نرم تک" -
 ص ۱۱ (مضمون) "ابو عبد اللہ محمد امجد المیراز شاہ مصباح الدین غلیل"
 ۱۲۶۔ سلمان منصور پوری "آتش محمد سیماں - سفر نامہ حجاز (تاریخ الحرمین) شیخ غلام علی ایند
 سترابور - شامت ۵/۱۹۸۶ء - ص ۱۸۲
 ۱۲۷۔ معراج اسلام محمد - مسجد نبوی ﷺ - مکتبہ دارالافتاء دار الشریف فیصل آباد - ص ۷۹
 ۱۲۸۔ انجم جبرانی حنفیہ محمد - تاریخ الامت حصہ ہفتم: آل عثمان - محبوب المطابع دہلی -
 دہ رول ۱۳۵۰ - ص ۸۹
 ۱۲۹۔ ایضاً - ص ۱۸۵
 ۱۳۰۔ قاسم حسین آزاد بلوچی ایوان اللہ - انجم (تکمید از ایوان کلام آزاد) - ایوان کلام آزاد میرٹھ

- آتش لیت کراچی - ۱۹۹۷ء - ص ۲۲ - ("تقدیم و تعارف" از ڈاکٹر ابو سلمان
 شاکر چانودی)
 ۱۳۱۔ تاریخ الامت - حصہ ہفتم: آل عثمان - ص ۸۵
 ۱۳۲۔ عبداللہ بیٹ (مرتب) - ایوان کلام آزاد - ص ۲۱ مختصر سوانح مولانا ایوان کلام آزاد - ص ۳
 ۱۳۳۔ انجم - ص ۲۶ - ("تقدیم")
 ۱۳۴۔ ایوان کلام آزاد ادبی و شخصي مطالعہ - ص ۶۸ / شورش کاشمیری - ایوان کلام آزاد - ص ۱۵
 ۱۳۵۔ انجم - ص ۲۶
 ۱۳۶۔ ایضاً
 ۱۳۷۔ ایک علمی خاندان - ص ۲۲
 ۱۳۸۔ ایوان کلام آزاد ادبی و شخصي مطالعہ - ص ۶۸
 ۱۳۹۔ ایوان کلام آزاد ادبی و شخصي مطالعہ - ص ۶۹ (علامہ رسول مہر کا مضمون) / شورش
 کاشمیری - ایوان کلام آزاد - ص ۱۵
 ۱۴۰۔ کاروان خیال - ص ۵۵۵۳
 ۱۴۱۔ ایک علمی خاندان - ص ۲۲
 ۱۴۲۔ ایوان کلام آزاد ادبی و شخصي مطالعہ - ص ۶۹
 ۱۴۳۔ شورش کاشمیری - ایوان کلام آزاد - ص ۱۸
 ۱۴۴۔ ررج الدرر السجیہ فی ایمان الآباء والامتھات المضبوطیہ - مطلع ترقیاتی تحفہ
 صحیفہ ۶۰ + ۱۷۲
 ۱۴۵۔ خطوط ایوان کلام آزاد (مرتبہ مالک رام) - ص ۲۰
 ۱۴۶۔ تحقیق (جلد) - پنجاب یونیورسٹی - جلد ۲ شمارہ ۲ - ص ۹۶۹۵ ("افضل حق قریشی کا مضمون
 بعنوان "سراج الاخبار" تیسری آخری قسط)
 ۱۴۷۔ ایک علمی خاندان - ص ۶۹ - ۲۰۰۳
 ۱۴۸۔ ایوان کلام کی کہانی خود ان کی زبان - ص ۱۲۲
 ۱۴۹۔ انجم - ص ۲۷ ("تقدیم")

- ۶۹۔ چراغ حسن خیریت کا مضمون "مولانا آغا دہلوی" شمولہ ابوالکلام آزاد (مرتبہ عبداللہ بٹ) ص ۳۹
- ۷۰۔ شیر بہار خان "ڈاکٹر" مولانا ابوالکلام آزاد اور تہذیب و تحقیق پاکستان کراچی ۱۹۸۶ء ص ۲۲
- ۷۱۔ عبداللہ بٹ (مرتبہ) ابوالکلام آزاد ص ۱۲۰
- ۷۲۔ ایک علمی خاندان ص ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳
- ۷۳۔ آزادی ہند (ابوالکلام کی خود نوشت "انڈیا ونز فریڈم" کا ترجمہ "تحقیق" تبویب استدر اکابر انجمن احمدیہ غفری) قبول اکیڈمی لاہور طبع ۱۹۸۱ء ص ۲۸۶
- ۷۴۔ الخیام ص ۳۲ (تقدیم)
- ۷۵۔ ابوالکلام آزاد غیبی خاطر مکتبہ رشیدیہ لاہور ہارواں ۱۹۸۸ء ص ۳۰، ۳۱، ۳۲
- ۷۶۔ ایک علمی خاندان ص ۲۲
- ۷۷۔ وہابیت کے رد میں دس جلدوں کی اس کتاب کا نام "مجموعہ اربعین لرحیم الشیخین" تھا
- ۷۸۔ شورش کا شیری "ابوالکلام آزاد" ص ۱۶۱۵
- ۷۹۔ ایضاً ص ۱۹۶۸
- ۸۰۔ شاہد اچھے اسے (مرتبہ) مولانا آزاد اور ان کے ناقد۔ مؤثران چٹاشر کراچی۔ ۱۹۸۱ء ص ۶۳ (مضمون "ایک پاک نہاد زندگی" "مولانا سعید اکبر آبادی")
- ۸۱۔ فاران (ماہنامہ) کراچی۔ مارچ ۱۹۶۰ء بحوالہ مولانا آزاد اور ان کے ناقد ص ۳۷
- ۸۲۔ عبدالوحید خاں۔ تقسیم ہند مکتبہ کارواں لاہور طبع دوم اگست ۱۹۸۲ء ص ۳۰
- ۸۳۔ مولانا آزاد اور ان کے ناقد ص ۹۳ بحوالہ "تقیہ ملت" لاہور اور رشید (ماہنامہ) سائیکل۔ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ (علی میاں ستہ انٹرویو)
- ۸۴۔ تذکرہ مکتبہ احباب لاہور ص ۳۲
- ۸۵۔ ایضاً ص ۲۹، ۳۰، ۳۱
- ۸۶۔ محمد عبدالشہید خاں شروانی نے صدر یار جنگ حبیب الرحمن خان شروانی اور ابوالکلام آزاد کی خط کتابت جمع کر دی اور اس کے مقدمے میں دونوں کے بارے میں لکھا۔

"ایسا بھی کم ہوتا ہے کہ بڑا آدمی خاندان و حسب نسب کے اعتبار سے بھی بڑا ہو۔ ہمارے یہ دونوں بزرگ اس سعادت سے بھی بہرہ مند ہیں۔ خاندانی عزت و جاہت انہی منجابت و شرافت اور حسی علو و رفعت سے بھی مالا مال ہیں۔ ایک اگر نامور شروانی قوم کا فخر خاندان فرد ہے تو دوسرا صدیقی نسل کا چمکتا ہوا چراغ اور خاندان علما و علما کا پیر و منیر۔ ایک کے اجداد کرام نسل بعد نسل امارت و ریاست سے بہرہ ور رہے ہیں تو دوسرے کے آباء عظام مستد آراء علم و معرفت۔ ایک کے مورث اعلیٰ عمر خاں شروانی و غیرہ وزراء و امراء سلطنت ہند ہوتے ہیں تو دوسرے کے اصناف توفیقی القضاۃ مفتی اعظم اور رکن المدینین کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز" (کاروان خیال ص ۳۰، ۳۱ مقدمہ)

- ۸۷۔ غبار خاطر مکتبہ رشیدیہ لاہور ص ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹
- ۸۸۔ ایضاً ص ۱۶، ۱۷
- ۸۹۔ مختصر سوانح مولانا ابوالکلام آزاد ص ۵۳
- ۹۰۔ عاشق حسین بنالوی ڈاکٹر اقبال کے آخری دو سال۔ اقبال اکادمی پاکستان کراچی۔ اشاعت اول ۱۹۶۱ء ص ۳۶
- ۹۱۔ زمیندار (روزنامہ) لاہور ۲ مارچ ۱۹۴۷ء بحوالہ "ادبیہ سکندری" رام پور ۱۵ مارچ ۱۹۴۷ء ص ۳
- ۹۲۔ ابوسلمان شاہجہانپوری (مرتبہ) مکتبہ ابوالکلام۔ اردو اکیڈمی سندھ کراچی۔ ص ۱۱۰ (مدرسہ اسلامیہ ملتان کا افتتاح ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء کو ہوا اور اس میں ابوالکلام نے جو تقریر کی وہ ساری کی ساری "عبد قحطانی" کو خطاب کر کے کی گئی) (ملک رام دہوی (مرتبہ)۔ خطبات آزاد۔ حصہ اول۔ گلوب پبشرز لاہور ص ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵)
- ۹۳۔ مسعود احمد ڈاکٹر پروفسر محمد "تحریک آزادی ہند اور اسو دارا اعظم" رضا جلی کاشنری لاہور ص ۱۳ بحوالہ اخبار "مدینہ" بجنور ۹۔ اپریل ۱۹۴۰ء
- ۹۴۔ ایضاً بحوالہ "مدینہ" بجنور ۲۸۔ اگست ۱۹۴۰ء
- ۹۵۔ عبداللہ کوکب قاضی و محمد موسیٰ امرتسری حکیم (مرتبہ)۔ مقالات یوم رمضان۔ حصہ

- ۱۰۸۔ اقبال۔ لاہور۔ ص ۹۸
- ۹۶۔ اہل حدیث (ہفت روزہ) امرتسر۔ ۳ نومبر ۱۹۱۹ء ص ۱۲
- ۹۷۔ انور عارف (مرتب)۔ جامع الشواہد از مولانا ابوالکلام آزاد۔ بساط ادب لاہور۔ پارہ سوم ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۲
- ۹۸۔ انجمن اہل حدیث امرتسر۔ ۳ نومبر ۱۹۱۹ء ص ۱۲
- ۹۹۔ عبدالحق (مرتب)۔ رازنامہ بارہویہ۔ جلد ۱ ص ۵۵
- ۱۰۰۔ چیراخیہ (مرتب)۔ رازنامہ۔ لاہور۔ ۱۳ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۲
- ۱۰۱۔ ہدم (روزنامہ)۔ مکتوب ۸ جون ۱۹۲۰ء
- ۱۰۲۔ دوست (پندرہ روزہ) ممبئی۔ ۱۵ فروری ۱۹۲۲ء ص ۲۳
- ۱۰۳۔ احمد سرہندی شیخ (محمد بالغ) غانی۔ مکتوبات محمد بالغ غانی۔ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی۔ جلد اول ص ۱۰۶
- ۱۰۴۔ یہ سچ جان محمد محبوب غانی خلافت کمیٹی کے ہاتھوں میں سے تھے۔ طویل عرصے تک خلافت کمیٹی کے صدر رہے۔ بڑے مخلص اور ایثار پسند لیڈر مشہور تھے لیکن بعد میں انھوں نے خلافت کا سترہ لاکھ روپیہ (آج کے سترہ لاکھ روپے) اپنے کاروبار میں لگا لیا اور وہ وہ کہیں (نہیں) قدرت کا کھیل تھا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے قتل کے بعد آس انڈیا خلافت کانفرنس منعقدہ ۲۶-۲۸ فروری ۱۹۲۷ء بمقام ممبئی قاضی محمد تقی کوٹلوی نے مجھے روڈ کراچی سے شائع کیا۔ ص ۸۷
- ۱۰۵۔ زمیندار لاہور۔ نیم مئی ۱۹۲۰ء ص ۲/زمیندار۔ ۳ اگست ۱۹۲۰ء ص ۲/زمیندار ۱۵ اگست ۱۹۲۰ء ص ۲/پیہ اخبار۔ ۳۰ اپریل ۱۹۲۰ء ص ۳/پیہ اخبار۔ ۲۸ اگست ۱۹۲۰ء ص ۵/پیہ اخبار۔ ۲۶ اگست ۱۹۲۰ء ص ۹/انقوش۔ لاہور۔ آپ بیتی نمبر۔ جلد اول۔ جون ۱۹۶۳ء ص ۳۶۹ (گاندھی کی آپ بیتی)۔ ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین۔ تحقیق از خورشید مصطفیٰ رضوی
- ۱۰۶۔ پیہ اخبار۔ ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۶
- ۱۰۷۔ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد اول ص ۱۲۳

- ۱۰۸۔ کاش الہری۔ مسلم انڈیا۔ شارلاک ہولمز کمیٹی لاہور۔ ۱۹۳۲ء ص ۱۳۵
- ۱۰۹۔ ابوالکلام آزاد۔ قول فیض۔ اورستان لاہور۔ پارہ دوم ۱۹۵۵ء ص ۳۲
- ۱۱۰۔ ابوالکلام آزاد۔ مولانا مسکینہ خلافت۔ بساط ادب لاہور۔ اشاعت اول ۱۹۸۷ء ص ۲۹۹
- ۱۱۱۔ عبدالمجاہد ریاضی۔ مولانا معاصرین۔ گلوبل پبلشرز لاہور (ترتیب: حکیم عبدالقوی دریا بادی) ص ۱۸۵
- ۱۱۲۔ خطوط ابوالکلام آزاد (مرتب: ملک رام) ص ۳۷۷
- ۱۱۳۔ سید عبداللہ ڈاکٹر۔ مسائل اقبال۔ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور۔ ایڈیشن اول ۱۹۷۳ء ص ۴۲
- ۱۱۴۔ انجمن خاں محمد (مرتب)۔ مکتوبات آزاد۔ مکتبہ انمول کراچی۔ پہلی بار۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۶۰
- ۱۱۵۔ عبدالحق سالک۔ یاران سخن۔ مطبوعات چٹان پبلشرز لاہور۔ ایڈیشن دوم ۱۹۶۷ء ص ۵
- ۱۱۶۔ انیس شاہ جیلانی سید (مرتب) حیرت شناسی اکادمی محمد آباد۔ ایڈیشن اول ۱۹۶۵ء ص ۱۳۱
- ۱۱۷۔ ایٹا۔ ص ۱۲۱
- ۱۱۸۔ ایٹا۔ ص ۱۸۹
- ۱۱۹۔ ایٹا۔ ص ۲۱۲
- ۱۲۰۔ ایٹا۔ ص ۲۲
- ۱۲۱۔ دوست محمد شاہد (مؤلف) تاریخ احمدیت۔ جلد سوم۔ ادارۃ المصنفین لاہور ص ۳۰۹
- ۱۲۲۔ عبدالمزاق بلخ آبادی۔ ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبان میں۔ مطبوعات چٹان لاہور۔ اشاعت دوم۔ یکم دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۲۰
- ۱۲۳۔ تاریخ احمدیت۔ جلد سوم۔ ص ۵۷۵ بحوالہ پور ۱۸ جون ۱۹۰۸ء ص ۳۲
- ۱۲۴۔ ابوالکلام آزاد۔ مولانا مسکینہ خلافت آزاد۔ مکتبہ اشاعت ادب لاہور۔ پارہ اول ص ۱۳۱
- ۱۲۵۔ ایٹا۔ ص ۱۶۶

- ۱۱۶۔ شورش کاشمیری۔ چرے۔ مکتبہ، مولیٰ کراچی۔ بار اول۔ جنوری ۱۹۶۵ء۔ ص ۳۹
- ۱۱۷۔ چٹان (نہشت روزہ) لاہور۔ ۶ مارچ ۱۹۶۱ء۔ ص ۱۵
- ۱۱۸۔ مختصر سوانح مولانا ابوالکلام آزاد۔ ص ۳
- ۱۱۹۔ شورش کاشمیری۔ ابوالکلام آزاد۔ ص ۱۶۶
- ۱۲۰۔ ایک علمی خاندان۔ ص ۲۳۲۲۔ ایضاً۔ ص ۱۳۱
- ۱۲۱۔ خطوط ابوالکلام آزاد۔ (مرتبہ مالک رام)۔ ص ۳۰
- ۱۲۲۔ ایک علمی خاندان۔ ص ۲۳۲۳۔ ایضاً۔ ص ۱۳۲
- ۱۲۳۔ مولیٰ کراچی۔ آزاد نمبر۔ تقیر ۱۹۶۰ء۔ ص ۱۰۴
- ۱۲۴۔ ایک علمی خاندان۔ ص ۳۹
- ۱۲۵۔ شورش کاشمیری۔ ابوالکلام آزاد۔ ص ۱۹
- ۱۲۶۔ ارمغان آزاد۔ جلد اول۔ مرتبہ ابوسلمان شاہجہانپوری۔ آزاد کینڈی کراچی۔ شربت جانی ۲۲ فروری ۱۹۷۸ء۔ ص ۲۹
- ۱۲۷۔ غلام رسول میر۔ نقش آزاد۔ کتاب منزل لاہور۔ ۱۹۵۸ء۔ ص ۲۲۲
- ۱۲۸۔ عبدالحمید خاں۔ تقسیم ہند۔ ص ۳۲
- ۱۲۹۔ ایک علمی خاندان۔ ص ۳۵۵۳۰
- ۱۳۰۔ برصغیر پاک و ہند میں عربی لغت شاعری۔ ص ۸۶۵۵۸۲۲
- ۱۳۱۔ انجذاب۔ ص ۴۰۳۳۔ نئی اسرار نیل۔ ص ۷۰۷۰
- ۱۳۲۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۳۳۔ فہرستہ احمد۔ ص ۱۴۲۰۷
- ۱۳۴۔ انجذاب۔ ص ۵۶۰۵۱
- ۱۳۵۔ آل عمران۔ ص ۳۰۳
- ۱۳۶۔ انجذاب۔ ص ۲۰۰۸

ماخذ و مراجع

قرآن مجید

- ۱۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۲۔ آل عمران۔ ص ۳۰۳
- ۳۔ نئی اسرار نیل۔ ص ۷۰۷۰
- ۴۔ انجذاب۔ ص ۳۵۰۲۲
- ۵۔ انجذاب۔ ص ۴۰۳۳
- ۶۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۷۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۸۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۹۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۰۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲

کتاب

- ۱۔ آزادی ہند۔ ("انڈیا ویز فریڈم" کا ترجمہ)۔ رئیس احمد عطری
- ۲۔ ابوالکلام آزاد۔ شورش کاشمیری
- ۳۔ ابوالکلام آزاد۔ (مرتبہ عبدالحمید)
- ۴۔ ابوالکلام آزاد۔ ادبی و فنی مطالعہ (مرتبہ انجذاب قرشی)
- ۵۔ ابوالکلام کی کہانی خود ان کی زبان۔ مجید اوراق بیجا آبادی
- ۶۔ ارمغان آزاد۔ (مرتبہ ابوسلمان شاہجہانپوری)
- ۷۔ اسباب السوء و اسباب النجس۔ میر تقی میر
- ۸۔ اقبالی کے آخری دو سال۔ ڈاکٹر عاشق حسین ندوی
- ۹۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۰۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۱۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۲۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۳۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۴۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۵۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۶۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۷۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۸۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۱۹۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲
- ۲۰۔ انجذاب۔ ص ۳۰۰۲۲

تاریخ احمد بہت۔ جلد سوم۔ مرتبہ دوست محمد خان
تاریخ احمد۔ جلد پنجم۔ محمد اسماعیل احمدی
تقریب آزادی ہند اور اسی واسطہ میں۔ فاروق احمد مسعود احمد
تذکرہ۔ ابو الکلام آزاد
تہذیب القرآن۔ ابو الکلام آزاد
تفسیرات آزاد۔ ابو الکلام آزاد
تقسیم ہند۔ عبد الوحید خاں
جنور تقویم۔ فیض الدین لاہوری
چترے۔ شویش کاشمیری
خطبات آزاد۔ مرتبہ نگ رام
خاتمہ رسالت۔ ابو اسحاق علی احمد مدظلہ
خلوۃ ابو الکلام آزاد۔ مرتبہ نگ رام
خیر الامصار مدظلہ الامصار۔ خیر الدین دہلوی
درج الدرد البیچہ فی ایمان الانبیاء والاصحاب علیہ السلام
سلطہ مدظلہ۔ تاریخ اربعین۔ توفیق محمد سلیمان احمد مدظلہ
غلام خان۔ ابو الکلام آزاد
قول فیض۔ ابو الکلام آزاد
کاروان خیال۔ ابو الکلام آزاد
کلیات اقبال۔ (اردو)۔ حامد اقبال
مختصر سوانح مولانا ابوالکلام آزاد مع خاتمہ خدمات
مدظلہ اقبال۔ ڈاکٹر سید سعید علی
مسجد نبوی ﷺ۔ محمد عمر حاجی الامام
مسمیہ نیا۔ کاشمیری
منہاج قاف۔ ابو الکلام آزاد
معاصرین۔ سید محمد دہلوی
مقالات ایم رضا۔ مرتبہ قاضی عبدالغنی کوٹہ و سید محمد مہر
مکاتیب ابو الکلام۔ مرتبہ ابو سلمان شاہ جبار دہلوی
مکتوبات محمد انصاری۔ جلد اول

غرضِ اسلامی اُسکا کلمہ اور سچہ حق تھا۔
 مکتوباتِ آزار و مرتبہ نہیں نکال
 مولانا ابوالکلام آزادؒ کا کلمہ شریعہ اور خالص حق
 مولانا آزاد اور ان کے نائب۔ مرتبہ ایک اے شاہ
 نکلیں آزادؒ ابوالکلام آزادؒ
 نوٹش ہائے مرتبہ پیدا نہیں تھا۔ دیہاتی
 یارانِ بہمن۔ عبد المجید سائیک
 رسالہ کل و جزائے
 الہلال ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء
 اہل حدیث (ہفت روزہ) امرتسر ۱۲ نومبر ۱۹۱۹ء
 پاکستان۔ نسبتِ اکمل۔ ریویو۔ کراچی۔ محمد علی اشاعت
 بیہ اشتیاد (روزنامہ) لاہور۔ ۳۰۔ اگست ۱۹۲۰ء
 چیمپا۔ ۲۶۔ اگست ۱۹۲۰ء
 بیہ اشتیاد۔ ۲۸۔ اگست ۱۹۲۰ء
 بیہ اشتیاد۔ ۲۹ نومبر ۱۹۲۰ء
 تحقیق (مجلہ) نقاب علیہ دینی۔ لاہور۔ ۲۔ شمارہ
 زبان (ہفت روزہ) لاہور۔ ۲۔ دینی ۱۹۲۱ء
 دہلی۔ قائدِ ملی راہپور۔ جولائی ۱۹۲۰ء
 دہلی۔ مسکنِ دہلی۔ ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء
 دینائے نبوت (کتابی سلسلہ نمبر ۳) کراچی۔ مارچ ۱۹۲۰ء
 زمیندار (روزنامہ) لاہور۔ یکم مئی ۱۹۲۰ء
 زمیندار۔ ۳۔ اگست ۱۹۲۰ء
 زمیندار۔ ۱۹۔ اگست ۱۹۲۰ء
 سعادت (چند روزہ) کماپہ۔ یکم فروری ۱۹۲۲ء
 سعادت۔ ۲۲۔ جون ۱۹۲۲ء
 احوالِ کراچی۔ آزاد نمبر۔ ستمبر ۱۹۶۰ء
 نقوشِ لاہور۔ آبِ حیات نمبر۔ جلد اول۔ جون ۱۹۶۶ء
 ہمدرد کلکتہ۔ ۸۔ جون ۱۹۲۰ء

”شاعرِ نعت: راجا رشید محمود“

پہ روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور کا تبصرہ (تبصرہ نگار: ڈاکٹر نور محمد پیر)

راجا رشید محمود اردو ادب کی ایک جامع الحیاتیات شخصیت ہیں وہ صاحبِ طرز انشا پرداز ہونے کے علاوہ اعلیٰ پائے کے شاعر ہیں۔ اہم بات یہ کہ ان کی شاعری کا رخ غزل اور غم سے نعت و حمد کی طرف مڑ گیا تو ان کی شاعری کا رخ گہری کے وصف نے ”سیرتِ نگاری“ کی صورت اختیار کی اور ان کے فکر و نظر کے متعدد زاویے ان کی خطابت میں رونق ہوئے۔ ان کی انفرادی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے ماہنامہ ”نعت“ کا اجرا کیا جو گزشتہ پانچ صدی سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس تمام عرصے میں راجا رشید محمود کے اپنے اظہار کا آتش لاش بھی اپنا ٹھکانا بنی ہوئی اور ادبی اور انکسار اور ان کی نعتوں کے مجموعے جیسے ہے۔ بقول شاعر: ”چمن دلیار میں سے نکلنے والا عطر ایسا ہے جو ہر لمحہ وجودِ تخلیقِ عالمین سے گھرنے لگا رہا ہے“ ان کی غلامی کا دم بھرتا ہے ان کی عظمت کا راگ اپنا ہے اور ان کی ذات گرامی پر صلوة و سلام بھیجتے ہیں۔ ”ذریعہ نظر کتاب جس کا نام ”شاعرِ نعت“ راجا رشید محمود ہے ڈاکٹر سید محمد سلطان شاد نے پیش کی ہے۔ یہ مقالہ دو پانچ صدیوں سے زیادہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے راجا رشید محمود کی نعت کے متعدد زاویوں کی تحقیق کے حصے میں لکھا گیا ہے لیکن اس میں فوقیت تجزیے کو دی گئی ہے چنانچہ اس مقالے میں راجا صاحب کے مولیٰ نقیہ و عموں کا فاضلانہ تجزیہ کیا گیا ہے۔ جس کے زاویے روحانی بھی ہیں ادبی بھی اور فنی بھی۔ مقالے کے آغاز میں شاعرِ نعت کی حیثیت میں راجا رشید محمود کی تحفہ صاوت اور اولیات کا اہتمام پیش کیا گیا ہے۔ ان کی نعت کے موضوعات کی تفصیل 36 ادب پر محیط ہے اور اس میں حضور ﷺ کی تعلیمات سیرت حبیب اور ذکرِ عثمان شریفین کے علاوہ متعدد دیگر زاویے موجود ہیں۔ فنی زاویوں کا احاطہ حضرت و بیان کے باب میں پیش کیا گیا ہے اور اسی باب میں غری محسن کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر راجا رشید محمود کی عقیدت نبوی ﷺ اور عشقِ رسول ﷺ کے اظہار کے تقریبوں پر یہ ایک مثالی تحفہ ہے جو اپنی نعت آپ کے لیے اپنی زندگی وقت کر دینے پر راجا رشید محمود کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ڈاکٹر سید محمد سلطان شاد کی تحسین بھی لازم ہے کہ انہوں نے یہ کتاب گہری ژرف قلمی علمی بصارت اور دینی بصیرت سے تالیف کی۔ اس کتاب کی ضخامت 536 صفحات اور قیمت 200 روپے ہے ملے کا پتا..... انجیل پبلشرز اردو بازار لاہور۔

(نوائے وقت۔ سندھ میگزین۔ 16 جنوری 2005ء صفحہ 25)

کتابِ منتخب

مناقب حضرت غوث الاعظم

مرتب: مکرئی راجا رشید محمود صاحب۔ مدبر اعلیٰ ماہنامہ ”نعت“ لاہور

صفحات: ۳۶۰

”جہان میراں“

بد الفاظ بحساب ابجد

”سبیلِ انوار“

سالِ اشاعت: ۱۴۲۵ھ

”ظہیرِ آنِ مصطفیٰ“

بد الفاظ بحساب ابجد

”زیب: عجب شجرِ بلبلش“

”چراغِ مجلسِ حبیب اللہ“

سالِ اشاعت: ۲۰۰۳ء

”حسن و جمالِ غوثِ مکرّم“

بد الفاظ بحساب ابجد

”فروعِ ضمیمہ صدقِ حق“

قطعہ تاریخ

تو نے دی ترتیب اسے رشید

یہ کتاب مودہ ترین اچھی ترین

اک گلستان جس کا ہے ہر پھول خوب

اک صدف جس کا ہے ہر گوہر شبنم

یہ مناقب کا جہان دلپذیر

یہ محامد کی ہے دنیا کے مسکین

ان کا ذکر خیر ہے اس میں جو ہیں
 غوث اعظم صدر بزم عارفین
 ہیں خاصا جس کے ہے حصر و حساب
 حد کوئی جن کے فضائل کی نہیں
 جملہ اغواں جہاں اقطاب دہر
 جن کے خوان فیض کے ہیں ریزہ چیں
 خسر و الخسیر علم و معرفت
 تاجدار کشور صدق و یقین
 ادب مفسر شان نبی ﷺ و بو تراب
 مہر ادب حق مہر اہلال دیں
 جو ہیں دلدادہ شہ گیلان کے
 اس سے حظ اندوز ہوں گے بالیقین
 اس کی خالق نے کہی ہر حق چاپ
 اللہ اللہ "عز" و شان غوث دیں"

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶

بیچہ

"محتاج رحمت شاہ و حجاز" (۱۳۲۵ھ)

محمد عبدالقیوم طارقی سلطانپوری

حسن ابدال

اخبار نعت

سید مجبور نعت کونسل

۱۔ چوتھے سال کا پہلا طرعی نعتیہ مشاعرہ ۶ جنوری ۲۰۰۵ء نماز مغرب کے بعد چو پال (ناصر باغ لاہور) میں عبدالحمید قیصر کی صدارت میں ہوا۔ عظمت شیخ (عکاس حرمین شریفین) مہمان خصوصی، محمد شعیب مرزا مدیر، پھول، مہمان اعزاز اور مفتاح علی جاوید چشتی (گجرات) مہمان شاعر کے طور پر مشاعرے میں شریک ہوئے۔ عبدالحمید قیصر کی طبیعت ناساز ہو گئی تو ریاض احمد مفتی (ایڈووکیٹ گجرات) سے مستر صدارت کو رونق بخشنے کے لیے کہا گیا۔ قاری غلام زہیر تازش (گوجرانوالہ) نے تلاوت قرآن مجید کی اور محمد شاہ اللہ بٹ نے نعت خوانی کی سعادت حاصل کی۔ حسب روایت سید مجبور نعت کونسل کے چیئرمین راجا رشید محمود (مدیر "نعت") نے نظامت کی۔ شکست ہاشمی کے ایک مجموعہ نعت "بہار طیب و طاہر" سے درج ذیل مصرع طرہ کے لیے دیا گیا تھا:

"قرار زندگانی لطف و غیر ﷺ سے ملتا ہے"

مشاعرے میں صدر اول عبدالحمید قیصر، مہمان شاعر مفتاح علی جاوید چشتی (گجرات) اور ناظم مشاعرہ راجا رشید محمود کے علاوہ جن شعراء کرام نے اپنی نعتیں خود آقا حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیں ان میں صادق جمیل، شہر آشوب، محمد بشیر رازی، رفیع الدین، ذکی قریشی، صاحبزادہ محمد محبت اللہ نورکی (بھیر پور)، محمد یونس حسرت، امرتسری، بشیر رحمانی، ضیاء تیزاکرم، سحر فارانی (کاموگے)، حافظ محمد صادق، رضا عباس رضا، قاری غلام زہیر تازش (گوجرانوالہ)، محمد ابراہیم عاجز قادری، طفیل اعظمی، منیر حسین عادل (سمندری)، ایوب رحیمی، خواجہ محمد سلطان، عظیم شیخ صدیق ظفر (جلاپور جٹاں)، سید محمد اسلام شاہ، اشفاق قلک، حنیف آغاز اور عمران صابری شامل ہیں۔ عبدالقدیم خاں طارقی سلطانپوری (حسن ابدال)، صابر براری (کراچی)، تنویر پھول (کراچی)، صدیق لچھاری (کراچی)، محمد حنیف تازش قادری (کاموگے)، پروفسر فیض رسول فیضان (گوجرانوالہ)، محبت خاں بکاش (کوہاٹ)، روشن دین کٹکی (سمندری)، محمد اشرف شاگر (سمندری)، اور فرزند علی شوق ایڈووکیٹ (کاموگے) کی نعتیں پڑھ کر سنائی گئیں۔ مشاعرے کے اختتام پر صدر دوم ریاض احمد مفتی (گجرات) اور عظمت شیخ (مہمان خصوصی) نے خطاب کیا۔ مفتی صاحب نے دعا کر لی۔

گر وہ کی یہ صورتیں سامنے آئیں:

شوکت باغی: وہی شاداب رکھتے ہیں وہی سیراب رکھتے ہیں

قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے

عبادت سے نہ حکمت سے نہ مال و زر سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

ہے درمان غم ہر وہ جہاں سرکار ﷺ کی نسبت

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

نہ تحت و تاج میں مضمر نہ مال و زر سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

قرار زندگی غیروں کے در سے مانگنے والے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

قرار زندگانی کی تمنا ہے جنھیں سن لیں

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

نشاط جاودانی دین ہے ذکر پیغمبر ﷺ کی

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

سکون دل سکون جاں انھی کے در سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

شہادت سورۃ احزاب میں ہے اس عقیدے کی

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

نہ تاج و تخت شای سے نہ مال و زر سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

حشم سے جاہ و رجب سے نہ مال و زر سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

وقار جاودانی لطف سرور ﷺ سے ملتا ہے

یوں حسرت امر تیری:

تنویر پھول:

ضیائیر:

اکرم حقارانی:

صدیق قہوری:

روشن دین کیفی:

عاجز قادری:

محبت خاں بخش:

محاشرف شاکر:

محمد طفیل اعظمی:

منیر حسین عادل:

سید محمد اسلم شاہ:

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

غرض جو کچھ بھی ملتا ہے انھی کے در سے ملتا ہے

سکون قلب مسلم کو ہی ﷺ کے در سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

ہمیں مزد و عطا کا خیر کے پیکر ﷺ سے ملتا ہے

خدا کی یار میں پنہاں نشاط روح کے جلوے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

سکون قلب ذکر خالق اکبر سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

قرار زندگی ہے جستجو ہر فرد کی لیکن

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

انھی کے فیض و رحمت سے مقدر جھمکتا ہے

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ تہم و زر سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

نہ تحت و تاج سے ممکن نہ مال و زر سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

پتا ذکر محمد ﷺ کا تو ہضم تر سے ملتا ہے

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

بغیر لطف آقا ﷺ زندگی بے کار ہے عادل

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

غم جاناں غم دوراں عذاب زندگانی ہیں

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

زمانے بھر میں کیف جاودانی ڈھونڈنے والو

"قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے"

شیخ صدیق ظفر:

”نہ مال و دولت دنیا نہ گروہ سے ملتا ہے

”قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے“

محمد سلطان کلیم:

”کلیم اس عالم ناسوت میں تم ڈھونڈتے کیا ہو

”قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے“

راجا شید محمد:

”یہی کہتا ہے میری زندگی کا ایک اک لمحہ

”قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے“

”نہ ہو لطف پیغمبر ﷺ تو قرار زندگانی کیا

”قرار زندگانی لطف پیغمبر ﷺ سے ملتا ہے“

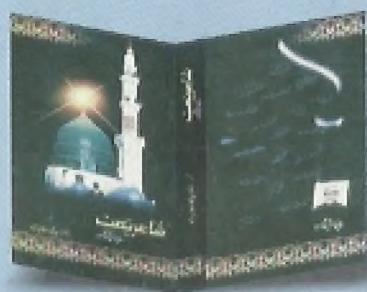
2- سید جہور نعت کونسل کے زیر اہتمام چوتھے سال کا دوسرا ماہانہ طری نعیمیہ مشاعرہ ان شاء

اللہ تعالیٰ ۳ فروری ۲۰۰۵ کو نماز مغرب کے بعد چوہال (ناصر باغ لاہور) میں ہوگا۔ صاحبزادہ

فیض الحسن کا یہ مصرع طرح کے لیے دیا گیا ہے:

”ہے وقف عام ماندہ خوان مصطفیٰ ﷺ“

☆☆☆☆☆



شاعرِ نعت راجا رشید محمود

تحقیق و تحریر: حکیم شہید محمد سلطان شاہ

(ایم اے اردو ایم اے علامہ اسلامیہ ایم اے تاریخ)

پیشہ گوئی: استاذی کی یونیورسٹی لاہور

★ نعت کے حوالے سے شاعرِ نعت راجا رشید محمود کا کام مختلف جہتوں سے
واقع ہے لیکن ان کے پہلے 18 اردو مجموعہ ہائے نعت کا علمی و تحقیقی جائزہ نامور
محقق ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ نے کیا ہے۔

★ انھوں نے ”مضامین و موضوعات“ کے حوالے سے ۳۶ اور ”زبان و
بیان“ کے لحاظ سے ۴۹ عنوانات کے تحت شاعرِ نعت کے فکر و فن پر قلم اٹھایا
ہے۔ کتاب تحقیق و تخلص کا شاہکار ہے۔

★ جاذبِ نظر سرورق، مضبوط جلد، سفید کاغذ اور دیدہ زیب طباعت کے
ساتھ 536 صفحات کی اس کتاب کی قیمت صرف 200 روپے ہے۔

الحلیل پبلشرز۔ اردو بازار لاہور